دعوت کی بصیرت

داعی کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے

اہم بیانات کا مجموعہ

مرتب
مولانا عبدالحکیم دیوریاوی مظاہری

جلد پنجم

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف:۱۰۸)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے: یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ اور جو میرے متبع ہیں ان کا راستہ بھی یہی ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا دیں۔

دعوت کی بصیرت (۵)

داعی کبیر حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اہم بیانات کا مجموعہ

مرتب

مولانا عبدالقیوم مظاہری دیوریاوی

ناشر

جے ایم سی انڈیا پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ
JMC India Publishers Pvt. Ltd.
168/2, Jha House, Hazrat Nizamuddin, New Delhi-110013 (India)
Tel.: 0091-11-24352220 E-mail: jmcindia13@gmail.com
www.jmcpublishers.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : دعوت کی بصیرت حصہ پنجم
(مجموعہ بیانات حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ)

نام مرتب : مولانا عبدالقیوم دیوریاوی مظاہری

سن طباعت : ۲۰۱۶ء

کمپوزنگ : بیت الحکمۃ دہلی

قیمت : ۳۵/روپے

حافظ محمد سعید امام مرکز مسجد
محلہ حسن زید پور ضلع بارہ بنکی یوپی انڈیا
Mob.-9336329100
M D. Zaid

ISBN : 978-93-85662-21-8

فہرست

۱	بیان ۱ر ۱۲ر ۱۹۶۳ء مدرسہ شاہی قاسم العلوم مرادآباد	۷
۲	بیان ۱۶ر رجب ۱۳۸۳ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۳ء مدرسہ امدادیہ مرادآباد	۲۳
۳	بیان ۲۶ر رجب ۱۳۸۳ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۳ء مرادآباد	۲۷
۴	بیان ۲۹ر رجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۳ر دسمبر ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۳۵
۵	بیان ۲۷ر رمضان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲ر فروری ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۳۱
۶	بیان ۲۸ر رمضان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۳ر فروری ۱۹۶۳	۳۵
۷	بیان ۲۷ر رمضان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲ر فروری ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۳۸
۸	بیان ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ مرکز دہلی	۵۰
۹	بیان ۱۸ر اگست ۱۹۶۳ء مطابق ۲۶ر ربیع الاول ۱۳۸۷ھ مرکز دہلی	۵۳
۱۰	بیان ۲۳ر شوال ۱۳۸۳ھ مطابق ۲ر مارچ ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۵۷
۱۱	بیان ۸ر ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ مدرسہ کاشف العلوم مرکز دہلی	۵۹
۱۲	بیان ۸ر ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ دیوبند	۶۳
۱۳	بیان ۲۲ر شوال ۱۳۸۳ھ مرکز دہلی	۶۶
۱۴	بیان ۲۵ر شوال ۱۳۸۳ھ مرکز دہلی	۶۷
۱۵	بیان ۲۷ر محرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ر جون ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۶۹
۱۶	بیان ۲۷ر محرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ر جون ۱۹۶۳ء مرکز دہلی	۷۳
۱۷	بیان ۲۹ر محرم ۱۳۸۳ھ مرکز دہلی	۷۷

عرضِ مرتب

الحمدللہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے بندہ دعوت کی بصیرت کے عنوان سے اب تک چار حصے ترتیب دے چکا ہے، جو مطبوع ہیں، حصہ اول اور دوم میں حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مکیؒ کے اہم بیانات ہیں، تیسرے حصہ میں مولانا مفتی زین العابدین صاحب مظہرہ والے کے بیانات ہیں، چوتھے حصے میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے بیانات ہیں اور یہ پانچواں حصہ جو حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے بیانات کا مجموعہ ہے، جو مولانا شمیم احمد صاحب اعظمی کی کاپی میں ہیں، مرتب اس کاپی سے نوٹ کر کے شائع کر رہا ہے، نیز حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ کے بیانات جو بندہ نے جمع کیے تھے، وہ مواعظ عبیدیہ حصہ پنجم کے نام سے معروف ہے، طبع کرانے کی خدمت عزیزم حاجی حسین احمد صدیقی مالک ہے ایم کی انڈیا پبلشرز کوری ہے موصوف اپنا قیمتی وقت نکال کر طبع کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائے اجر عظیم عطا فرمائے، نیز بندہ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

بندہ عبدالقیوم

مرتب ہٰذا

(۱)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۱/ ۱۲/ ۱۹۶۳ء

مدرسہ شاہی قاسم العلوم، مراد آباد میں ختم بخاری کے موقع پر "علم وجہل" کے عنوان سے ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

علم پر محنت سے اللہ رب العزت کامیابی عطا فرماتے ہیں اور جہل پر محنت کرنے سے ناکام کرتے ہیں۔ جہل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نہ جاننا۔

(۲) غلط جاننا۔

یعنی ہر جاننے کو علم نہیں کہتے؛ بلکہ جو جاننا واقعہ کے مطابق ہوتا ہے وہی علم ہے، جو اس کا اپنا علم ہے اس کے علاوہ جتنا بھی علم ہے، اس کی معلومات اور عدم معلومات یعنی نہ جاننا بھی جہالت ہے، اس اعتبار سے انسان کا جاننا سب جہالت میں آتا ہے، نیز اس اعتبار سے سائنس والے، حکومت والے ان کے علاوہ جتنے بھی طبقات ہیں انسانوں کے ان سب کا جاننا خدا سے ہونے کو جاننا نہیں ہے؛ بلکہ ان سے ہونے کو جاننا جہالت ہے؛ کیوں کہ ان سے نہیں ہوتا؛ بلکہ خدا سے ہوتا ہے، کوئی اپنی محنت سونے چاندی سے ہونے کو جانتا ہے، حالاں کہ

حقیقت کے اعتبار سے خدا سے ہوتا ہے تو جب خدا کسی گروہ کو چمکانا چاہتے ہیں تو اپنی قدرت والا علم اس کو دیتے ہیں، خداوند قدوس نے نبی علیہ السلام کو بھیجا، نبی نے محنت کی، نبی کی بات کو جس نے قبول کیا اور پھر اس پر جو کچھ مطالبہ کیا اس کو پورا کیا تو ایسے انسان کو اللہ رب العزت نے علم پر بارہا چمکایا ہے اور جس نے نبی کے بتائے ہوئے علم کو قبول نہ کیا ایسے انسانوں کو جہل پر بارہا شکست دی ہے؛ چناں چہ کبھی سائنس کو کبھی تجارت کو کبھی حکومت کو شکست دی ہے اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن مجید دیا، صحابہؓ نے سوفی صد قرآن پر عمل کیا اور حدیث میں آپ کی نقل وحرکت سنت وغیرہ سب کو صحابہ نے حاصل کیا اور دوسروں تک پہنچایا اور قیامت تک قرآن وحدیث کا علم چلے گا۔ یہ علم جس کو خدا دیدے وہ دنیا میں چلوانے کے واسطے ہے، دوسروں کے بل بوتے پر چلنے کے لیے نہیں ہے۔

یہ خدا کی ذات کا علم ہے، جو اس علم پر اپنی محنت کو کھل کرے گا، اللہ پاک اس کو اسی علم پر چمکائیں گے۔ یہ علم پوری امت کو دیا گیا ہے نیز پوری امت کو اس علم کی طرف کھینچنا ہے۔

اس علم حقیقی پر تین اعتبار سے محنت کی جائے:

(۱) اول یہ کہ اس علم کو صحیح شکل کے ساتھ سیکھا جائے، حاصل کیا جائے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ جو مراد ومصداق سمجھا ہے اور اللہ رب العزت کی جو اس علم کا منشاء ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، حالات کے تغیر وتبدل سے مراد اور مصداق کو نہ بدلا جائے، مثلاً قرآن پاک کی یہ آیت ﴿وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ [بقرہ:۱۹۵] اس کے مصداق کو غلط بھی سمجھا جاسکتا ہے، چناں چہ جب ایک صحابی نے دشمن کے لشکر میں جا کر حملہ کیا تو صحابہ نے کہنا شروع کیا: سُبْحَانَ اللّٰهِ أَلْقَى نَفْسَهُ بِيَدِهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ. تو یہ سن کر حضرت ایوب انصاریؓ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ جب کسی آیت کا مصداق نہ معلوم ہوا کرے تو آیت

کی تفسیر نہ بیان کرنا چاہیے، یہ آیت ہم انصار زمین دار مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ یہ کہ ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدنی زندگی میں پوری مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا؛ چناں چہ ہم نے اس وعدہ کو پورا کیا یہاں تک کہ اسلام مدینہ اور مدینہ کے چاروں طرف پھیل گیا، چناں چہ ہجرت کے نو سال کے بعد ہم انصار نے پنچایت کی کہ ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کیا تھا نصرت و مدد کرنے کا وہ تو الحمد للہ پورا ہو گیا اور اسلام چاروں طرف چمک گیا؛ لیکن زمین و باغات خراب ہو گئے (نقصان ہو گیا) آؤ ہم سب مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ ماہ کی رخصت لے لیں (چھٹی لے لیں) تاکہ مقامی کام کرتے ہوئے کھیت اور باغات کو بھی درست کرتے رہیں، چناں چہ پنچایت طے کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو یہ آیت {وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ} نازل ہو چکی تھی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں اپنے کو نہ ڈالو، ہم واپس ہو گئے۔ اس آیت سے مراد "کَانَتِ التَّھْلُکَۃُ الْاِقَامَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْوَلَدِ وَالْمَالِ" ہے (ترجمہ ہلاکت یہ ہے کہ اہل و عیال اولاد اور مال میں ٹھہرا جائے) یعنی اس آیت کا خلاصہ اور مراد یہ ہے کہ خرچ برابر کرتے رہو اور زمین و باغات وغیرہ کی اصلاح و درستگی کے لیے مقام پر نہ ٹھہرو۔ تو بہر حال علم کے مصداق کے بارے میں اہل زمانہ کی سمجھ کے مطابق مصداق نہ ہوگا؛ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے جو مصداق سمجھا ہے وہی معتبر ہوگا۔

۲) دوسرے خدا کی ذات کے علم پر یقین ہو:

کیوں کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) ایک علم انسانی ہے، جو کہ جہل ہے، وہ یہ ہے کہ اسباب دنیا سے ہونے کا علم ہو۔ (۲) دوسرے خدا والا علم ہے، جس طرح دنیا کے اندر

چیزیں ہیں تو یہ علم کائنات اور دنیا کے اعتبار سے علم نہیں ہے؛ بلکہ خدا کی قدرت کے اعتبار سے علم ہے، جس طرح دنیا کے اندر کی ساری چیزوں پر اللہ رب العزت اپنی قدرت کا مظاہرہ فرماتے ہیں، اسی طرح اس کے خلاف پر بھی قادر ہیں، نیز جس طرح اللہ رب العزت کائنات کی چیزوں کے بنانے پر قدرت رکھتا ہے، اسی طرح بگاڑنے پر بھی قادر ہے، پس جو شکل کائنات جس مقصد کے لیے بنی ہے، کبھی اللہ رب العزت بگاڑ کر دکھلاتے ہیں تاکہ تمہارا مقصد بدل جائے، تمہارے علم انسانی کے جہل ہونے کا اقرار ہوجائے۔ خداوند قدوس نے اپنی قدرت کو دکھانے کے لیے علم بھیجا ہے، کہ میرا علم کیا ہے، جس طرح کلام خدا کی صفت ہے، مخلوق نہیں، اسی طرح قدرت خدا کی صفت ہے، لیکن مخلوق اور کائنات کے اندر کی ساری چیزیں قدرت میں ہی ہے؛ بلکہ دلائل قدرت ہیں، پس قدرت خدا کی صفت ہے جو کہ خدا کی ذات میں ہے، جس طرح معجزات نبوت نہیں ہیں بلکہ دلائل نبوت ہیں، اسی طرح کائنات کی ساری چیزیں قدرت نہیں بلکہ دلائل قدرت ہیں، اب اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنی قدرت کو بیان فرمایا ہے کہ اقلیت اور محکومیت کو کس طرح چمکا سکتا ہے اور اکثریت کو اکثریت میں کس طرح ذلیل کر سکتا ہے۔ اس لیے جس طرح ہم الفاظ کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ہیں، اسی طرح ہم دوسروں سے علم پر یقین کے اعتبار سے علم کے مطابق یقین کے اعتبار سے بھی ممتاز ہیں، ہمارا یقین حکومت و تجارت وغیرہ پر نہ ہو؛ بلکہ اگر ہمارا یقین وعمل قرآن پر آگیا، اس قرآن کے عمل ویقین پر اللہ رب العزت کامیاب فرمائیں گے۔ حضرت محمد ﷺ کی ذات کو جو الفاظ خصوصیت کے ساتھ علم قرآن دیا گیا یا الہام کر کے کلام اتارا ہو، جس کو حدیث کہتے ہیں اس پر یقین آجائے، اب علم کے مطابق یقین بنائیں گے تو جو لوگ کائنات پر محنت کر رہے ہیں ان کا یقین کائنات سے ہونے کا ہوگا

اور ہمارا یقین قرآن وحدیث کے مطابق ہوگا۔ وہ یہ کہ انسانی بنیاد کائنات کی بنیاد پر نہ ہو، بلکہ خدا کی ذات کا یقین ہو۔

(۳) تیسرے علم کے مطابق عمل صحیح ہو اور عمل کی اساس (جڑ) تقویٰ ہے، آج علم والے جہل والے ہیں، اور جو نظام دنیا میں درج ہے وہ جہل والا نظام ہے۔

غیر خدا کے سامنے ہاتھ پھیلانا جہل ہے علم نہیں ہے، جب یہ تین باتیں:

(۱) ایک علم کا مصداق صحیح ہو اور فہم صحیح ہو

(۲) دوسرے علم کے مطابق یقین صحیح ہو

(۳) تیسرے علم کے مطابق عمل صحیح ہو

تو پھر ان علم والوں کو خدا اوپر لائیں گے جب علم و عمل چار لائن پر چالو ہوں تو اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔

پانچ اعتبار سے دل کا یقین ٹھیک ہو جائے جس کو دل کا عمل بھی کہتے ہیں:

(۱) اللہ کی ذات کے اعتبار سے کہ اللہ کے ماسوا و غیر کا یقین دل سے نکل جائے اور صرف خدا کی ذات سے ہونے کا یقین ہو جائے۔

(۲) زمانہ و حالات کے اعتبار سے دنیا اور اس کے اندر کے حالات اور اس کے زمانے سے یقین نکل جائے اور صرف آخرت کے زمانہ اور حالات پر یقین ہو جائے۔

(۳) نظام کے اعتبار سے انسانی نظام کا یقین نکل جائے اور غیبی نظام پر چلانے والے فرشتوں پر یقین ہو جائے۔

(۴) چوتھے علم کے اعتبار سے خدا کی تمام کتابوں اور خصوصاً قرآن و حدیث پر یقین آجائے کیوں کہ انسان کا اپنا ذاتی علم تجارت، زراعت، مملکت، ریاست، صدارت، وزارت، چودھراہٹ، دیہاتی و شہری، بری و بحری، عربی اور عجمی ہونے کے اعتبار سے ہے، کہ اس سے کامیابی ہوگی اس کا یقین نکل جائے اور یہ یقین ہو کہ یہ سب جہل ہے، اور انبیاء علیہ السلام کا لایا ہوا علم و عمل حقیقت ہے، کیوں کہ دنیا بھر کے انسانوں کا علم بدل سکتا ہے، لیکن انبیاء کا لایا ہوا علم خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا علم کبھی نہیں بدل سکتا ہے۔

(۵) شخصیت کے اعتبار سے انبیاء کے علاوہ دنیا بھر کی شخصیت کا یقین نکل جائے وزارت، صدارت، ہتھیار اور تجارت وغیرہ کے یقین نکل جائے اور تمام انبیاء کی شخصیت کا یقین ہو جائے اور یہ یقین ہو کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت پر آئے گا وہ چمکے گا، وزارت و صدارت مالیات یہ حیثیت کے لیے نہیں ہے: بلکہ حیثیت کے لیے نبوت ہے سارے انبیاء کرام کے بارے میں شخصیت کا یقین ہو جائے اگر وزراء سامنے سے گذریں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں نہ ہوں تو جس طرح کتے کو سمجھتے ہیں اسی طرح وزیر کو سمجھیں۔

علم پر تین اعتبار سے محنت کی جائے:

(۱) علم کے مطابق یقین کی لائن یعنی اعمال قلبیہ کو ان پانچ لائنوں کے یقین سے ٹھیک کرنا جو اوپر مذکور ہوا۔

(۲) اقامۃ الصلوٰۃ، بدن کے اعضاء و جوارح کے استعمال کو علم کی روشنی میں درست کرنے کی

محنت اس طور پر ہو کہ پوری زندگی نماز کے نہج پر آجائے، تاکہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (فرمانبرداری اور ماننے) میں استعمال ہوتا رہے۔

(۳) تیسرے مالیات کے لائن، یعنی کمائی کی لائن کو ٹھیک کرنا جس میں زکوۃ بھی ہے زکوۃ کے نکالنے سے مال کے پاک ہونے کا یقین کیا جائے، جس طرح جانور کو ذبح کرنے کے بعد جانور کے خون کو نکال دینے پر پورا جانور حلال اور پاک ہوتا ہے، اسی طرح جب سارے مال سے زکوۃ نکال دی جاتی ہے، تو وہ مال پاک ہو جاتا ہے؛ ورنہ اگر زکوۃ نہ نکالی جائے تو سارا مال ناپاک ہو جاتا ہے، مال کی زکوۃ نکالنے کے بعد بقیہ مال کو صرف اپنی ذات پر خرچ نہیں کرنا چاہیے، اس بقیہ مال میں اعزہ، اقربائی، یتیموں، بیواؤں، مساکین، و مسافر اور حاجت مند اور غلام کا (مقروض) آزاد کرنے میں بھی خرچ کرے۔ یہ اوپر کی آیات میں بتایا گیا ہے، اسی لیے زکوۃ کو خصوصی طور پر (علاحدہ کر کے) بیان کیا گیا ہے اور بقیہ مال کے مصرف کو بتایا گیا ہے۔

چار اعتبار سے عمل کی لائن کو ٹھیک کیا جائے:

(۱) یقین کی لائن جس کو {اٰمَنَ بِاللّٰهِ ... وَالنَّبِيّٖنَ} تک بیان کیا گیا ہے۔

(۲) دوسرے اعضاء و جوارح کے صحیح استعمال کی لائن کو ٹھیک کیا جائے جس کو {اقام الصلوۃ} سے بیان کیا گیا۔

(۳) تیسرے مالیات کی لائن یعنی کمائی کے لائن کو ٹھیک کیا جائے جس کو {اٰتَى الزَّكٰوةَ} سے {وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ... وَفِي الرِّقَابِ} تک بیان کیا گیا۔

(۴) چوتھے معاشرت کی لائن کو ٹھیک کیا جائے، جس کو {وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا} سے بیان کیا گیا ہے اور پوری معاشرت وغیرہ کو اپنی ذات کی اصلاح کے ساتھ بنانے پر جتنے حالات آئیں ان پر جمنے کی کوشش کی جائے، خوش حالی، بدحالی،

فائدہ ونقصان اس راستہ میں جھیلا جائے، اس کو { وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ } سے بیان کیا گیا۔ اور اگر دشمن مقابل میں آجائے اور ضرورت ہو تو اپنی جان قربان کردی جائے، جس کو { وَحِيْنَ الْبَاْسِ } سے ارشاد فرمایا، ان چاروں لائنوں میں علم کے مطابق چلنے والوں کو متقی بتایا گیا ہے، چناں چہ فرمایا گیا ہے { اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ } اور تقوی والوں کے بارے میں بشارت وخوش خبری دی گئی { اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ } یعنی تقوی والے ہی کامیاب ہیں۔

اوران کو ہر طرح سے چمکائیں گے، خواہ کمائی کی لائن ہو یا نہ ہو، اگر کمائی کی لائن ہو، تو بھی متعدد (کئی) طریقے سے اللہ تعالی مدد فرماتا ہے:

(۱) کمائی کی ظاہری شکل کو بڑھا کر۔

(۲) کمائی میں برکت دے کر تاکہ ضرورت کسی وقت بھی نہ رکے۔

(۳) آسمانی بلاؤں سے حفاظت کرکے تاکہ مال ضائع وبرباد نہ ہونے پائے۔

اسی طرح بغیر کمائے ہوئے بھی دو طرح سے مدد فرماتے ہیں:

(۱) ایک متعارف ومعروف طریقہ پر

(۲) غیر متعارف وغیر معروف طریقہ پر

متعارف طریقہ پر نصرت ومدد یہ ہے کہ اللہ پاک کسی کے دل میں ڈالے کہ وہ اس کو دیدے اور غیر متعارف طریقہ پر نصرت یہ ہے کہ بغیر وہم وگمان کے مدد فرمائیں، جیسے (۱) غیبی نظام فرشتوں کے ذریعہ (۲) دشمن کے دلوں کو نرما کر (نرم کرکے) اور روزی چھیننے والی مخلوق کے ذریعہ روزی پہنچا دیں (جیسے چوہا کا اشرفی لانا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے لیے)

اس سلسلہ میں صحابہ کے واقعات کی مثالیں ہیں (دیکھیے التائیدات الغیبیۃ، حیوۃ الصحابہ جلد ۳ تقریبا دو سو صفحات ۶۱ ر باب میں پوری تفصیل موجود ہے۔ از مرتب)

(۱) ایک صحابی حضرت مقداد بن اسود کا واقعہ ہے کہ وہ فاقہ کی حالت میں تھے استنجا کر رہے ہیں، اور چوہا ایک اشرفی لا کر ان کے سامنے ڈال گیا۔ مقدادؓ نے حضور کے پاس آکر پوچھا تو آپ نے قرآن کی آیت {وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ} [طلاق: ۲/ ۳] کی تلاوت فرمائی۔

دوسرا واقعہ ایک محدث کا ہے، وہ رات میں کچھ لکھ رہے تھے، اس دوران دو چوہے، آپس میں لڑ رہے تھے، تو انھوں نے ایک کو ٹوکری بند کر دیا۔ دوسرا چوہا اپنی سراخ میں جاتا اور اشرفی لا کر محدث کا سامنے ڈالتا رہتا ہے، آخر میں ساتویں تھیلی کے ساتھ لایا اور سر ہلا کر اشارہ کرنے لگا کہ اب میرے پاس کچھ نہیں ہے، آپ رحم کھا کر میرے ساتھی کو چھوڑ دیں، چناں چہ محدث صاحب نے چھوڑ دیا۔

(۳) تیسرا واقعہ ابو درداءؓ کا ہے، ان کے پاس سائل آیا ان کے پاس چار پیسے موجود تھے، باندی کو حکم دیا سائل کو دیدو، باندی نے عرض کیا روزہ کہاں سے کھولیں گے، جب ابو درداءؓ نماز کے لیے گئے تو باندی مکان میں جھاڑو دے رہی تھی، چارپائی کے بستر کو ٹھیک کرتے وقت جب تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے چار سو اشرفی ملی، جب ابو درداء نماز سے واپس آئے تو باندی نے شکایت کے طور پر کہا کہ آپ چھپاتے ہیں، تو ابو درداء نے جواب میں قسم کھا کر فرمایا کہ میں نے چھپایا نہیں ہے، اور نہ کسی نے مجھ کو دیا؛ بلکہ اللہ پاک نے چار سو اشرفی مدد فرمائی ہے (غیب سے) چار اشرفی کے بدلہ چار سو اشرفی) چناں چہ وہ باندی مسلمان ہو گئی۔

(۴) واقعہ حضرت خبیب کا مکہ میں کافر کے قید میں تھے ان کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے بغیر موسم انگور کا خوشہ کھانے کے لیے آتا رہا۔

(۵) حضرت مریم کا واقعہ بغیر موسم کے اور بغیر کسی واسطے کے انگور کا خوشہ کھانے کو ملتا رہا،

لوگوں کے سوال کرنے پر فرمایا کہ ﴿اَنّٰى لَكِ هٰذَا﴾ یہ کہاں سے آرہا ہے؟۔ تو جواب دیا ﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ای وہ اللہ کے پاس سے آرہا ہے۔

اسی طرح بغیر اسباب مادیہ براہ راست خدا کی طرف سے مدد تقوی والوں پر ہوتی ہے، جیسا کہ ابراہیم علیہ پر آگ ٹھنڈی کردی گئی۔ اور بنی اسرائیل پر "من وسلوی" اتارا گیا۔ (حلوہ اور تیتر بٹیر پرندہ) وادی تیہ میں۔

پس معلوم ہوا کہ تقوی پر دنیوی رواج کے علاوہ دوسرے طریقوں پر بھی اللہ پاک مدد فرماتے ہیں، اسی طرح اگر تقوی ہو تو اللہ رب العزت ظالم بادشاہ کو ہٹا کر ہم کو ملک پر بٹھادیں گے، تو علم ساری شکلوں کے مقابلہ میں چکائے گا، جب کہ تین اعتبار سے علم صحیح ہو:

(۱) فہم ومصداق صحیح ہو۔

(۲) یقین صحیح ہو۔

(۳) عمل صحیح ہو۔

دو طبقے ہیں: (۱) خواص جس میں علماء کرام ہیں (۲) عوام:

علماء کرام کو دو رخ پر محنت کرنی ہے، اسی طرح عوام کو بھی دو رخ پر محنت کرنی ہے۔

علماء کرام کی دو ذمہ داری رخ کے ساتھ:

(۱) علماء کرام کے ذمہ ہے کہ مدارس ومکاتب پوری دنیا میں قائم کرنے کی فکر کریں، اسی طرح تدریس وتصنیف وغیرہ کے شعبوں کو بھی سنبھالیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ عوام وپبلک میں محنت کر کے مسجد کے ماحول میں روتالانا خصوصا پنج وقتہ نماز میں اور نماز کے بعد اعمال مساجد پر پوری امت کو تیار کرنا۔

چناں چہ صحابہ کرام کے دور میں پانچ مرتبہ پوری امت مسجد میں آتی تھی، نیز دعوت وتعلیم عبادت، ذکر واذکار، اخلاق خدمت، تلاوت قرآن اور دعا وغیرہ کا مرکز بھی مسجد تھی،

چناں چہ مرکز کا ہر فرد اعمال مساجد کی برکت سے کچھ نہ کچھ قرآن و حدیث اور اپنی زندگی کے ہر مرحلے اور ہر شعبے کے حلال و حرام کو جاننے اور پہچاننے والے تھے جس طرح پوری امت پر نماز روزہ فرض ہے، اسی طرح حرام وحلال کو معلوم کرنا فرض ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے "لَا يَبِيعُ سُوقَنَا هَذَا إِلَّا مَنْ تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ" یعنی کوئی حرام وحلال کا علم حاصل کیے بغیر ہمارے بازار میں نہ آئے، اگر علم کے بغیر کما کر کھائے گا (تو حرام طریقہ پر کما کر کھائے گا) تو وہ ایسا ہے کہ جیسا کہ سور کا گوشت کھاتا ہے، حرام طریقہ سے کمانا اور سور کو کھانا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، شراب پینا اور رشوت لے کر کھانے میں کوئی فرق نہیں ہے، آج یہ ہے کہ حرام کمائی کو اللہ کا فضل کہتے ہیں، چناں چہ ایک آدمی نے بھوپال میں مولانا عمران خاں سے عرض کیا کہ مولانا میری لڑکی کی شادی ہے، آپ کی دعا کی برکت سے اچھی جگہ ہوئی تو مولانا نے پوچھا کہ لڑکے کی کیا آمدنی ہے تو اس نے جواب دیا، کہ تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ہے، لیکن اللہ کا فضل ہے کہ چار پانچ سو روپیہ تک ہو جاتا ہے، یعنی رشوت لے کر۔ نوٹ از مرتب

جو لوگ حرام وناجائز کو اللہ کا فضل کہتے ہیں اور دکانوں مکانوں وغیرہ پر حرام کمائی سے بنے ہوئے عمارت وغیرہ پر لکھتے ہیں (هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي) یہ میرے خدا کے فضل سے ہے، حرام کو اللہ کا فضل کہتے ہیں، ان پر کفر عائد ہوتا ہے، لہذا دوبارہ کلمہ پڑھ کر زندگی بسر کریں اور نیز علماء کرام جو گہری نظر والے ہیں، ان سے رجوع کر کے تحقیق کر لیں۔

از مرتب

تو اس نے حرام کمائی کو اللہ کا فضل قرار دیا حالاں کہ حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق گدھے اور سور کے گوشت کھانے کے برابر ہے۔ سو فی صد نماز فرض، سو فی صد روزہ فرض، اسی طرح جو پورا وقت لگائے گا وہ پورے قرآن و حدیث پر عمل کرے گا۔ جو آدھا لگائے گا

وہ آ جائیگے گا، اسی طرح نماز و روزہ کی طرح ہر ایک پر اتنا تقوی فرض ہے، (اتنا ایسان فرض ہے) جس سے حلال وحرام کی تمیز پیدا ہو سکے، اسی طرح علم بھی اسی قدر ضروری ہے۔

عوام و پبلک کے ذمہ دو قسم کی محنت ہے:

(۱) ہر فرد عوام کے ذمہ ہے کہ علماء کرام تیار کرنے کے لیے خود اپنے لڑکے اور مالی لے کر مدرسہ پہنچے اور مدرسہ و مدرسین کا انتظام کریں۔

(۲) اپنی زندگی میں کلمہ، نماز اور ضروری علم و یقین سیکھنے کے لیے اپنے مشاغل دکھر سے وقت فارغ کر کے مسجد میں آئیں، وہی مسجد کی محنت علماء کرام و عوام کی مشترک محنت ہے اور اعمال مساجد کے ذریعہ حضور ﷺ نے ساری امت کو مسجد میں جوڑا، سیکھا ہوا دوسروں کو سکھاتا تھا اور جاہل جاننے والوں سے سیکھتا تھا، پانچ مرتبہ عوام و خواص، علماء و جہلا، فضائل کے جاننے والے اور نہ جاننے والے مسائل کے جاننے اور نہ جاننے والے سبھی کو مسجد میں جمع کیا جاتا تھا، کہ جاننا علم متعدی ہے اس لیے ایک طرف علماء کرام کو اپنے مشاغل علمیہ سے وقت فارغ کر کے اپنے کو مسجد میں ڈالنا ہوگا اور دوسرے عوام کو بھی اپنے مشاغل دنیویہ سے وقت فارغ کر کے علماء کرام کے ساتھ مسجد میں جڑنا ہوگا، جس سے آپس میں دلوں میں اتحاد پیدا ہوگا اور صحیح زندگی کی معرفت عمل اور دعوت پوری دنیا میں عام ہوگی۔

آج امت مختلف یونین (unions) میں تقسیم ہو گئی ہے، حالاں کہ حضور ﷺ نے ساری امت کو مساجد کے راستے سے ایک ایک امت بنایا تھا۔ آج امت محمدیہ کو کھینچ کر سیکڑوں یونین میں تقسیم کیا جا رہا ہے، آج مسلمان یہود و نصاریٰ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس امت کے مال دار غیر مال دار کا ذہن وہ ہے، جو یہود و نصاریٰ کا ذہن ہے، حضور کے ذہن سے نہیں دیکھتے، حضور کے ذہن پر نہیں سوچتے، ادھر کمیونسٹ ہے، ادھر عیسائی عورتوں کے ساتھ زنا کاری کے لیے اس امت کو کھینچ رہے ہیں ایسے وقت میں خصوصیت کے ساتھ اس

امت کے خواص وعوام کو مسجد سے تعلق جوڑنا پڑے گا، تاکہ مسجد کے اندر والے اعمال زندہ ہوں، یہ عوام والا شعبہ ہے، اس سے عوام کی زندگی بنے گی، پھر ہر ایک اپنے اپنے شعبہ کے ساتھ اہل علم سے علم حاصل کر رہا ہوں، لہذا علماء کے ذمہ مکتب کھولنا، کیوں کہ دوسروں ملکوں میں سو سو ہزار میل تک مکتب نہیں ہے۔ جس کے پاس مایہ ہے وہی دوسروں کو دے گا۔ ہمارے ہندستان والوں کے پاس مایہ ہے، خصوصا اس زمانہ میں ہندستان میں جتنے مکاتب دوآبہ میں ہیں اتنے پوری دنیا میں کہیں نہیں ہیں، جس علم کے راستہ سے حضرت محمد ﷺ پوری دنیا میں اٹھے تھے، اسی طرح ہم کو بھی پوری دنیا میں علم کے ساتھ اٹھنا ہے، پھر اللہ رب العزت وہ سب کچھ پورا فرمائیں گے جس کا اس علم پر وعدہ فرمایا ہے {وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ} [مائدہ:۹] یعنی اگر ایمان واعمال صالحہ کا رخ قائم ہو گیا تو خدا اپنا وعدہ (خلافت دینے کا) پورا فرمائیں گے، ہمارے ذمہ شرط کا پورا کرنا ہے (اور وہ ہے ایمان واعمال صالحہ) اور جزا وہ وعدہ کا پورا کرنا اللہ رب العزت کے ذمہ ہے، اسی وجہ سے {قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ} [آل عمران:۲۶] تک اس بات کو بتلایا کہ اللہ رب العزت بنانے اور بگاڑنے میں اپنی قدرت کو استعمال فرماتے ہیں {اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ} (ایمان و اعمال صالحہ) پورے مجموعے میں ہو تو پورے ملک اور قوم کے اعتبار سے اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمائیں گے، استخلاف (خلافت دینا) فی الارض یہ نہیں ہے کہ زمین پر قبضہ ہو؛ بلکہ حقیقی استخلاف فی الارض تمییل قلوب الناس إلی اللّٰہ۔ کو کہتے ہیں (یعنی لوگوں کے دل اللہ کی طرف مائل ہو جائیں) مرتے وقت تو ساری دنیا کا علم بدل جاتا ہے، حضور ﷺ ہم کو کسی کے رحم وکرم پر اور غیروں کے ہاتھ پر نہیں ڈال کر گئے؛ بلکہ ہم کو مسجد کے

راستے سے خدا کی قدرت سے جوڑ کر گئے۔ دوسروں کے پاس دائمی اور حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں ہے؛ لیکن ہمارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا حقیقی کامیابی کا راستہ ہے، سرمایہ دار حکومت مالدار غریب حاکم ومحکوم وغیرہ سارے ہی کو مصیبت سے نکالنے کا راستہ ہمارے پاس موجود ہے، اور ہم ان سے بے نیاز ہیں، مدرسے کے مدرسین سے فرمایا کہ آپ لوگ دو کام کیجیے:

(۱) اول ہم مدرسہ کی ضرورت پوری کریں گے خداوندا لائے کہ پبلک اپنی جان ومال مدرسہ ودین پر لگائے، اس طور پر کہ اپنے اپنے خاندانوں کے بچوں کو مدرسوں کو دیں اور مال بھی خرچ کریں۔

(۲) دوسری طرف اپنی زندگی کے لیے مسجد کے ماحول کو زندہ کریں؛ تاکہ امت غیروں کے طریقے سے ہٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر آجائے، کمائی حاصل کرنے کے لیے مکتب مدرسہ میں بچوں کو نہیں بھیجنا ہے اور فارغ ہونے کے بعد بچوں سے اسلام کی ضرورت اور تعلیم کی ضرورت کے پیش نظر بچوں سے کمائی کی امید نہ رکھیں؛ بلکہ دین کی پوری ضرورت پر ان کو لگائیں، جہاں چالیس چالیس روپے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے لیے جارہے ہیں، اور اگر کوئی نہ ملے تو یا پیسہ نہ ہو تو بغیر نماز جنازہ دفن کررہے ہیں، جیسا کہ مشرقی پنجاب میں ہورہا ہے ان جگہوں پر اپنے مدرسے سے فارغ اپنے بچوں کو بھیجیں (۱) ایک طرف قرآن وحدیث اور علوم شرعیہ پر محنت کریں (۲) دوسرے مسجد کے اندر جو علم ہے اس کو بھی اپنے ذمہ سمجھیں۔

خواص یعنی علماء کا کمال پیدا کرنے کا میدان مدارس، مکاتب اور خانقاہ ہیں:

(۱) اگر طلبہ پڑھنے کے زمانہ میں پڑھنے کے علاوہ کھانے کے بعد عصر کی نماز کے بعد اور درس سے فراغت کے بعد علم کی تکراری باتیں کریں تو یہ مقدم ہے۔

(۲) لڑکیں اگر اخبار وغیرہ پڑھیں تو اس صورت میں دین کی لت مقدم ہوگی۔ اس کے بعد جب چھٹی کا موقع آئے تو خدا کے راستے میں نکلیں۔

(۳) اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ تعلیم کے اوقات میں دعوت کی بات کو حرام سمجھو۔

(۴) فارغ ہونے کے بعد کسی مشغلہ میں لگنے سے پہلے طلبہ کم از کم سات چلہ اس راستے میں لگائیں: کیونکہ سات چلہ میں اونچ نیچ اور مزاج امت سے واقفیت ہوگی، کیونکہ عوام کی بدسلوکی سے برداشت کرنے کی عادت ہوگی

(۳) عوام کو کنٹرول کرنے کا مزاج تیار ہوگا

(۴) اس بات کا علم ہوگا کہ کہاں مدرسے کھلیں اور کہاں نہیں۔

(۵) نیز کہاں پر اسلامی زندگی اور دینی زندگی ہے تو وہاں کے لوگ کس بات سے خطرے میں ہیں، اس طرح ایک ایک گاؤں اور ایک ایک علاقے میں ان شاء اللہ مکاتب و مدارس ہوں گے۔

(۶) نیز اس نقل و حرکت کے ذریعہ تم عالم میں پھرو گے اور پھیلو گے۔ اگر مزاج تیار ہو جائے تو جلا وطن میں جو وہاں رہ کر وہاں کی زندگی میں ان کے ساتھ مل کر ان کے درمیان کام کرو، پھر اللہ پاک امت سے تو پورے یورپ کے ممالک میں جاؤ، اس کے بعد مشورہ ہوگا کہ تم کو ہندوستان یا عرب یا یورپ کے مدرسے میں کس جگہ متعین کیا جائے۔

اس طریقے سے ان شاء اللہ مکاتب اور مدارس کے ذریعہ علم اور نقل و حرکت کے ذریعہ صفات حمیدہ ایمان و یقین اور اعمال پوری دنیا میں زندہ ہوں گے اور اس امت کو ظلم و تعدی سے کھینچ کر حضرت محمد ﷺ کے راستے پر عبادت، وحدت، عدل و انصاف کی زندگی پر کھڑا کر دو گے تو پھر امت ان شاء اللہ فتنوں سے کٹ کر نکل جائے گی۔

❀❀❀

(۲)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۱۲؍رجب ۱۳۸۳ھ مطابق یکم
دسمبر ۱۹۶۳ء بروز منگل بعد نماز عصر مدرسہ امدادیہ مرادآباد
یوپی میں ”علم و احسان“ کے عنوان سے ہوا۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو! (۱) ایک علم وہ ہے جو دل کے اعتبار سے ہو، لیکن یہ نفع ونقصان تک پہنچانے کا یقینی ذریعہ نہیں، ملاقات دہریوں کا سبب ہے گا، اس میں شبہ ہوتا ہے کہ اس میں کامیابی یا ناکامی یقینی نہیں ہے (۲) دوسرا علم وہ ہے جس کو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اس میں ذرہ برابر شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اس علم میں مشغول ہونے کی توفیق عطا فرمائیں، جس میں ایک حرف کا شک وشبہ نہیں ہے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے: {وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ} [انبیاء: ۱۰۵] جب ہم نیک صالح بن گئے تو ساری کائنات ہی ہمارے نیچے ہوگی تو قرآن وحدیث میں حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ہم تک جو علم پہنچا اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں، لیکن دنیا کے سارے علوم میں شک ہے کہ اس سے جو مقصد بتایا گیا ہے اس مقصد کے تحت وہ علم وجود میں آیا ہے وہ حق ہوگا یا اس کے علاوہ ہوگا، کائنات کی ساری چیزوں کی صفات بدل سکتی ہیں اس لئے دنیا کی ساری شکلوں کی ترتیب ہم سے

یہ دو وقت کی شکل میں دو جاننے والے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں:

(۱) ایک تو علم کو جاننا۔

(۲) دوسرے اس کو سیکھنا اور عمل کرنا۔

جیسا کہ تقویٰ کے بارے میں ایک تو اس کا جاننا ہوتا ہے، جو کتابوں سے حاصل ہوتا ہے دوسرے اس کو سیکھنا جس کے لیے استعداد اور مزاج کو اس کو سیکھنے سے پہلے استعمال کرنا ہوتا ہے اور اپنی جان و مال کو خرچ بھی کرنا پڑتا ہے، جیسے جاننے کی مثال یہ ہے کہ پڑھنا، لکھنا، چھپائی اور نقل ہونے وغیرہ کے ہیں اور سیکھنے کی مثال اس طرح کہ جس طرح تاگے سے اس چھاپے ہوئے نقل ہوں کو تاگے سے سینا تو جاننا زائل و ختم ہو سکتا ہے، لیکن سیکھنا زائل نہیں ہو سکتا۔ اللہ رب العزت نے کائنات کے مقابلہ میں جو کامیابی کا اندازہ بتایا ہے وہ جاننے پر نہیں ہے بلکہ سیکھنے (اور اس پر عمل کرنے) پر ہے، یعنی اگر نماز کو جانا تو اس کو علم (اور سیکھ کر پڑھا) تو عمل ہوا تو اس کو مضبوطی اس کی برکت سے اللہ پاک ہم سب کو پورے عالم کا محبوب اور مرجع بنا دیں گے۔ اب تک ہم نے ایمان کو جانا ہے تو ایمان کو سیکھنا بھی ہے، ہم نے پڑھا ہوگا (یا سنا ہوگا) 'تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ' صحابہ فرماتے ہیں ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا تو اس سے ہمارا ایمان بڑھ گیا، دیکھئے

سنن ابن ماجہ، باب فی الایمان

چنانچہ حضرت عبد الرحمن السلمی فرمایا کرتے تھے کہ ہم صحابہ سے دس آیت سیکھتے، پھر ان پر عمل کرتے پھر دوسری آیت سیکھتے پھر ان پر عمل کرتے، پھر دس آیت سیکھتے اس طرح پورا قرآن سیکھا۔ اب سائنس والوں کی کوشش یہ ہے کہ اب چاند کے اندر آباد ہو جائیں جیسا کہ امریکہ اور روس چاند پر جانے کی کوشش کر رہے ہیں، تا کہ جب زمین پر ہنگامہ ہو تو چاند پر چلے جائیں جس کے ذریعہ اپنا تحفظ کر سکیں تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے کہ اس تک پہنچیں گے بھی یا اس سے پہلے مر جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی انگلی مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تھا وہ دو ٹکڑے

طور پر یہ عقیدہ ختم نبوت بھی ہے کہ علم آخری علم ہو گا یا عملی طرف اشارہ کرتی ہیں ایسی بہت سی
کے اندر "الصحاف" میں شہادت کی شکل ہے آج بھی اس ۱۴ الاکھ اشارہ ہے جو آخر میں ہے
جس کو دارے سے طریقہ نبوی قرار دیا گیا ہے (اور اس کے ذریعے سے کا ختم کیا گیا ہے) اور
گویا نبوت بھی ہے، بلکہ دلائل نبوت سے ہے جب حضور ﷺ کے ایک معجزے سے (جو کہ
دلائل نبوت سے ہے) پا رہے کے دو طور سے ہو سکتے ہیں تو آخر حضور ﷺ کے سامنے مسائل
ہمارے عہد آج بھی تو سیدی سائنسیات کا علم منکشف ہو جانے کا دور اس سے ثابت کی جستجو
ہو جائیں گے۔ اس سائنس کے علم پر جو اس قدر ہے کہ آخر شکل کے بعد سے ملک میں
پہلا ہے تو جس طرح پورے ملک میں کائنات کے علم کی شکل ہے اسی طرح اس کے
مقابل میں حضور ﷺ نے علم کی شکل آپ نے اور تحقیق کی وسعت ہو جائے۔ اب ہمارے
سمجھانے والے پاس جو علم ہے وہ اس پہ انتہا ہے کہ آیا یہ علم وہ نہ ہو جاتے تو اس کی حقیقت
کو پا اس کے خلاف کا تجربہ کر رہے ہیں۔ انگریزی علم کے مطابق تحقیق اور اصول کی صحت کا
میدان اتنا وسیع ہے۔ الغرض اس وقت اس علم و عمل کے ساتھ سے علم کا سبب بنا ہے
اس طرح وقت کے ساتھ بہتر آخری توجیہات تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ تحقیق پر زور دل کے ساتھ:

(۱) اس کو دیکھنا

(۲) بعد میں اس کو اپنانے کا کام ہے

(۳) اور یہ یقین پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت پر ہر طرح کامیابی اور اسباب نصیب فرمائیں گے۔

❀❀❀

(۴)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۶ ؍ رجب ۱۳۸۳ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۶۳ء بعد نماز مغرب مجمع عام میں "انسان سب سے زیادہ قیمتی ہے" کے عنوان سے مراد آباد میں ہوا۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا [اسراء: ۷۰] وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً [بقرہ: ۳۰]

میرے بھائیو اور دوستو! دیکھنے میں نظر آ رہا ہے کہ زمین اور آسمان اور اس کے اندر کی چیزیں بڑی ہیں اور انسان محتاج محض ہے اور اس کو کائنات کی چیزوں کی ضرورت ہے لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو انسان نے سمجھا یا سمجھ رہا ہے وہ بے قیمت ہے۔ اب اگر انسان اپنی استعداد کو سامنے رکھ کر کچھ کرے تو استعداد میں سب سے زیادہ قیمتی بنایا ہے۔ جس طرح زمین میں غلہ، سونا، چاندی وغیرہ کی استعداد ہے اور وہ زمین پر محنت کر کے حاصل کیے جاتے ہیں، اسی طرح انسان میں استعداد ہے کہ اسی طرح انسان اپنے اوپر محنت کر کے وہ دولت نکالے جس سے خدا راضی ہو اور جنت حاصل ہو جائے۔ جیسا اپنی اپنی

استعداد والا استعداد اور وہ ہے جو انسانیت پر محنت کرے تو اس استعداد کا فائدہ حاصل کرے گا۔ جس کو خداوند قدوس نے انسان کی ذات میں رکھا ہے۔ انسان کی ذات میں جو کمالات بنتے ہیں وہ اس کے ساتھ مستقل رہتے ہیں لیکن انسان کے جسم کے باہر جو کچھ ہے وہ انسان کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہتا۔ لیکن جو انسان کے اندر ہے اس کو ہر جگہ لے کر جاتا ہے جو چیز جسم سے باہر تیار ہو رہی ہے اس میں سے کچھ کو چھوڑ دے گا اور کچھ باوجود اور کچھ کو موت تک لے جائے گا اس کے بعد نہیں لے جا سکتا ہے یعنی انسان کے بدن کے باہر جو کچھ ہے عارضی ہے مستقل نہیں ہے پھر موت کے وقت اندر کی ساری دولت کو انسان لے کر جاتا ہے اور باہر کی دولت چھوڑ کر جاتا ہے۔ اس لیے تجارت قیمتی نہیں ہیں بلکہ تاجر قیمتی ہے، بادشاہت اور عہدہ قیمتی نہیں ہے بلکہ بادشاہ اور عہدہ دار قیمتی ہے۔ یعنی شکلیں قیمتی نہیں ہیں، انسان قیمتی ہے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری کائنات مچھر کے پر کے برابر حیثیت (قیمت) نہیں رکھتی ہے اور حضرت نے کائنات کو بے قیمت قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے محنت کے اعتبار سے بھی سب سے قیمتی چیز انسان کی اپنی ذات پر محنت ہے۔ انسان کے باہر صرف شکلیں نہیں بنتی بلکہ انسان کے جسم سے باہر جس طرح شکل بنتی ہے جو ختم ہونے والی ہے اسی طرح انسان کے اندر بھی عمل تیار ہوتا ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یعنی انسان کی محنت سے جس طرح باہر بنتا ہے اسی طرح اندر بھی بنتا ہے۔ انسان کے اندر اچھے یا برے اخلاق بداخلاقی، نیکی، محبت، اتحاد، قطع و غصہ، ایمان، اطاعات، ہمدردی، خوشی، ضعف، قوت، وغیرہ سارے حقیقی کمالات اور ساری خرابیاں انسان کے اندر محنت پر تیار ہوتی ہیں۔ جس طرح محنت دکان، تجارت، سیاست وغیرہ پر ہو رہی ہے یعنی انسان سے باہر ہو رہی ہے بلکہ اس کے جسم کے اندر بھی بن رہا ہے جتنی بھی اقسام کی محنت ہو رہی ہے اس سے باہر اور اندر دونوں بن رہا ہے۔

(۱) باہر کے بگڑنے سے کچھ نقصان نہیں ہے جیسے انسان سے اندر کی صورت تیار ہوجاتا ہے وہ دکھائی نہیں دیتا۔

(۲) جو باہر ہے وہ غیر مستقل ہے عارضی ہے اور جو کچھ اندر ہے وہ مستقل ہے اور دائمی ہے یا باہر والی مایہ غیر مستقل ہے اور اندر والی مایہ مستقل ہے۔ یعنی آخرت میں وہی ہے جس کا پہنا کائی آتی ہے تو ساری چیزوں سے بچنے کے باوجود کام ہوں گے۔ یعنی اندر میں علم و بے خیالی، شرک، خراغراض وغیرہ تیار ہوگئی اور باہر چیزوں کی شکل کوٹھی، مکان، بنگلہ، ہوائی جہاز وغیرہ تیار ہوئے تو اندر کا کائی کی شکل اور باہر کامیابی کی شکل و صورت بنی اور جسم کائنات کی شکلوں میں خون کی ندیاں بہیں گی اور باہر کے سارے اسباب خراب ہوں گے اور یہی تو کہا کہ باہر کے نقشے ٹوٹیں گے، بعد مرنے کے بعد اندر کی خرابی پر بھی اٹھایا جائے کیونکہ اندر کی خرابی ہے اس پر عذاب ہے۔ لیکن اگر خدا کرے کہ انسان کا اندرون بن جائے تو ہر جگہ فرشتے مقرر ہوں گے۔ ساری کائنات فرشتوں کے ہاتھ میں اس طرح ہے جس طرح ذرا انجن کے ہاتھ میں کارروائی ہے۔ ایک فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں، کہ جب صور پھونکیں گے تو ساری کائنات ختم ہوجائے گی۔ اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، ان کا قد عرش تک اور ساتوں زمین تک گھیر لیتا ہے اور ہر ایک (آسمان) پانچ سو برس کی مسافت اور ہر خلا (زمین) پانچ سو برس کی مسافت کا ہے۔ اس طرح سات تہہ زمین اور سات تہہ آسمان کی مسافت ہوئی کہ چودہ ہزار سال چلنے میں ان کا قد ختم ہوگا۔ اتنے بڑے فرشتے کو بھی جب خدا کا جلال، عظمت و بڑائی کا خیال آتا ہے تو حضور کا فرمان ہے کہ وہ ڈرتے ڈرتے اور خوف کھاتے کھاتے چھوٹی چڑیا کے قد کے برابر ہوجاتے ہیں تو ساری کائنات فرشتوں کے ہاتھ میں ہے، اور سارے فرشتوں کو انسان کے سامنے جھکایا ہے تو اگر صرف قدرتی بات ہوتی تو جبرئیل کے سامنے انسان کو جھکایا جاتا، یا اسرافیل کے سامنے

انسان کو جھکایا جاتا ہے۔ پس جو انسان قیمتی بنیں گے تو ساری کائنات ان کے موافق استعمال ہوگی اور جو انسان بے قیمت بنیں گے تو ساری کائنات مخالف استعمال ہوگی۔ اس لیے جتنے قسم کے انسان ہیں، جس طرح ان کی محنت سے باہر بن رہا ہے، اسی طرح اندر بھی بن رہا ہے، یا قیمتی ہے یا بے قیمت ہے۔

ہر سرمایہ دار کے اندر وہ بن رہا ہے جس سے وہ ناکام ہوگا، یا وہ بن رہا ہے جس سے وہ کامیاب ہوگا۔ جو بیماری یا صحت تمہارے اندر ہے اس کو لے کر ہر شعبے میں جاتے ہو، اسی طرح اندر میں جو کامیابی اور ناکامی کی بنیاد ہے جو انسان ہر میدان کو ساتھ لے کر جاتا ہے، پس اگر کامیابی والی بنیاد ہو تو کامیاب ہوتا ہے اور اگر ناکامی والی بنیاد ہو تو ناکام ہوتا ہے۔

محنت تین قسم کی ہے

(۱) ایک محنت وہ ہے جو اپنی محنت کرنے والوں کو ناکام کر دے، وہ یہ کہ زمین و آسمان کی چیزوں کے بنانے میں لگے، اپنے اندر کے بننے کو نہ دیکھے کہ میرے اندر اخلاق یا بد اخلاقی بن رہی ہے، حیا یا بے حیائی بن رہی ہے۔ بس پیسے ہونے کے جمانے میں لگے رہے، یا بنانے میں لگے رہے، لیکن اندر کے بننے کو نہ دیکھا کہ اس کا چلنا، پھرنا، بولنا، سننا کس طرح ہو رہا ہے، جب انسان کے اندر یہ منفی باتیں پیدا ہو جائیں گی تو انسان کے اندر وہ اسباب پیدا ہوں گے جسے ناکامی کہتے ہیں، ریاکاری، بے صبری، ظلم، بد اخلاقی، غلط بیانی وغیرہ پیدا ہوگی جو ناکامی والی بنیاد ہے، وہ باہر کی شکل سے کامیابی والی شکل بنی
(۲) تو اللہ تعالیٰ جھنجوڑ کر حالات کو بگاڑتے ہیں، اگر اس پر بھی نہ بیدار و متوجہ ہوا تو دوسرا جھنجوڑ مارتے ہیں کہ وہ یہ کہ ساری شکل و نقشے کو توڑ پھوڑ دیں گے، مصائب لا کر، آگے چل کر جنگ جھنجوڑ کر (۳) اگر پھر بھی آنکھ نہ کھلی تو اب موت آنے کی، قبر میں سانپ کاٹ رہے ہوں گے، دوزخ کی کھڑکی کھلی ہوئی ہوگی۔ پھر قیامت کے میدان میں جو اندر میں بنایا تھا وہ قیامت

میں بیعت کرنے کا اس پر کوئی حرج نہیں ہے ... والی ... ہے۔ شیخ
جیسے بھی ہوں اس صورت میں جہاں ہوں گے وہیں گے۔ یہی قسم جائے اختیار ہوں۔
وہی قسم دنیا میں بھی ناکام ہے اور آخرت میں بھی ... اقلیت ناکام
ہوں گے دنیا میں (ذکر و فکر) ہوں گے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوں گے۔ دو قسم ہیں، ان میں
سے ایک قسم مقبول ہے۔ یہ چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی (یہ اولیاء کی چار قسمیں تھیں
جن کا مقصد آیا ہے) یہ سارے بزرگوں اور اولیاء کی قسم ہے جو کہ باہر کے لحاظ
کا لباس ... ہیں اور اندر کی بھی تحقیق کرتے ہیں۔ دنیا اور دنیا کی محبت کی جڑ کٹ
جائے تم وہ سمجھے کہ اندر سے ہو کے بنانے پر کی بات پر بیٹھے، اپنے ملنے کے ملک و مال
کے پاس نہیں ہوتے، ملک و مال والوں کو گرا سمجھ کر یہی دنیا کی آگ میں جاتے ہیں،
انکی جگہ کہ مالدار اور حکومت والے ہاں تک تھیں۔ ایک جو چیز بنا لیتے ہیں جب ان کو
دیکھو (وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ... قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا) یہ جو اللہ پاک نے بہت سی قسمیں
کھا کر فرمایا ہے کہ کامیاب وہ ہوگا جو تزکیہ کرے اپنے نفس کی (یعنی ظاہری و باطنی امراض
سے اپنے نفس کو پاک کرے) کہ اس دنیا میں ... ہے، ایسے انسانوں کی جو مال
حکومت والے، مال والے سیدھی کر رہے ہیں، پکڑیں گے، کیونکہ انہوں نے اپنے
جانے پر محنت کی، باہر کے تقاضوں کی بات ... باہر کی دولت کی ہے، کوئی ضرورت نہیں تھی
یہ تم باہر کے رہو، ہم کو اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ہم تو ملک و مال کا قبضہ نہیں دیتا بلکہ ہم کو
اندر کا تزکیہ کرنا ہے جسے باہر کے قبضہ والے تقلید کرتے۔ یہ قسم نہیں دیکھتی کہ باہر کیا تھا،
لوٹ گیا، مال اور باپ مر گیا۔

ایک شخص نے سنا ہوا تھا کہ بڑا والے باندھ باندھے ہے (اس وقت کے بزرگ)
حضرت شاہ صاحب کے پاس گئے کہ حضرت آپ بھی دو چار پیالے ... آپ بھی ... کر

ذلت ہو جائے تو حضرت ... سے کیا ... کے بعد ہوگی ... تو ... بی
لوگوں نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے تو جواب میں فرمایا جب مجھ کو الہام ہوا تھا۔ سے
عمل پیدا ہے ... ساتھ میں ... کی ... قسم ... ہیں۔

اور جب پکے ... سے قسم کھاتا ہے ... کہ سیلاب آ گیا تھا جانی و
مالی نقصان ہو رہا تھا۔ تنگ آ کر لوگ حضرت شاہ ولی اللہ کے پاس دعا کرانے کے لیے گئے،
سیلاب بڑھ رہا تھا وہ ... وقت ... تو شاہ صاحب وضو کے پانی سے وضو کر رہے تھے ... کی طرف اپنے
ہاتھوں سے پانی ... کر رہے تھے تو لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ کیا ہو رہا ہے تو
فرمایا جو عمل ... شاہ ولی اللہ کی ... سے ... کی وجہ سے سیلاب ... (اگر ...
کیا ہے ... نیا بال ... کی ... نہ ... کرے)

حضرت ابراہیم بن ادہم (جو بادشاہ تھے ... ولایت ... کر اپنے اللہ کی دولت
پر عمل کرتے ... اللہ کی ... عمل کرایا جس سے ... وہاں ... کے ... سبب
ہوتا ہے ... ملک ... دریا کے کنارے ... نے ... کے وزیر کو اطلاع دی کہ
گدڑی پہن ... کنارے بیٹھے ہیں آج ... خوشیاں منائیں ... کرتے
کہ ... مر جائے (یعنی بادشاہ مر جائے ابراہیم اس کا انتقام نہ لیں)۔ ایک وزیر ... بادشاہ
ابراہیم ... جاتے تھے ... بہت ... البتہ ان بادشاہ ... وزیر بھی جائے۔ چنانچہ فرمایا
کہ بادشاہ ... میں ... ایک سوئی دریا کے اندر پھینک دی، پھر فرمایا مچھلیوں سے
کہ میری وہی سوئی لا دو ... اچانک ایک مچھلی ... آئی اور آگے ... مچھلی نے
سوئی کو ... کر دیا ... دریا کے کنارے ... سے کہا کہ تم میری
سوئی لا دو تو ... کیا ... سوئی ... آپ ... دریا میں پھینک
ہے ... تو لوگوں سے کہا ... بات ... مچھلیوں کو ... سوئی
لا ... ایک مچھلی ... پوری جماعت ... پھر حضرت ...

تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو باہر کی حکومت حاصل ہے اور مجھ کو میرے رب نے باطن کی حکومت دے دی ہے (تم لوگ باہر لوگوں کے سروں پر حکومت کرتے ہو اور میں اللہ کے فضل سے مخلوق کے دلوں میں حکومت کرتا ہوں) بالکل ایسا ہی واقعہ ابو ریحانہ کا ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب 'اصابہ' میں لکھا ہے کہ دریا کی مچھلی سے کہا اور مچھلی نے ہماری سوئی واپس کر دی۔

بس یہ وہ قسم ہے جو اکثر مقابل میں صرف ایمان و عمل پر محنت کرنے میں لگے رہتے ہے۔

(۳) تیسری قسم محنت کرنے والوں کی تقسیم کی ہے کہ زیادہ وقت اندر والی ماحول بنانے پر لگاتے ہیں اور باہر کی ماحول کو بنانے میں کم وقت لگاتے ہیں یہ صحابہ کرام کی جماعت ہے جن کے مجموعے سے القادسیہ میں ایک مرتبہ ایک محاصرہ میں شہر والے صحاب تھے اور مسلمان باہر محاصرہ (گھیرے ہوئے) کیے ہوئے تھے مسلمانوں میں سے کسی نے تیر میں لکھ کر یہ کہ تم امن پر نکل آؤ، پانچ چھ دن ہو گئے، پھر صحاب باہر نکلے اور کہا کہ تم میں سے کسی نے پھول بوئے ہیں، کہنے لگے ہاں تو جنگ بند ہو گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خط لکھا تو فرمایا کہ پھول کی لاج رکھو ورنہ پھول کی قیمت نکل جائے گی وہ بھی باہر کے نقشے سے اندر محنت کرو اور زیادہ محنت ایمان و اعمال پر کرو، جیسا کہ صحابہ کرام کرتے تھے مہاجرین و انصار، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ وہ بھی کمائی لائن سے بالکل لائن میں چلو اور یقین والی بناتے ہوئے چلو، یہ تیسری لائن اعلی لائن ہے، اگر اس پر آ گئے تو دنیا و آخرت دونوں جہاں میں چمک جاؤ گے، اس کے لیے خدا کی راہ میں نکل کر مشق کرو اور گھر پر آ کر مشغول کرو اب تشکیل شروع ہوئی۔

(۴)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۹ رجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء بعد نماز فجر، بنگلہ والی مسجد دہلی میں "یقین کے ساتھ نماز پڑھنے کی مشق" کے عنوان سے ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

نماز کو جاندار بنانے کے لیے اس سے پہلے یقین کو بنانا پڑے گا، یہ یقین رکھ کر نماز پڑھنا ہے کہ زمین و آسمان کے ساتھ (تمام مخلوقات میں) اللہ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ آسمان و زمین کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے، اب عمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہوگا تو اب محنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوئی تو ساری قوم و حکومت تمہارے قدموں پر گریں گی، یہ اس وقت ہوگا جب خدا کے اعتبار سے مسائل ہوں اور سارے مسائل جب غیر خدا سے ہٹا کر خدا کے اعتبار سے جب محنت پر عمل ہو جائے، جب آدمی کو اللہ کے راستے نماز، وسائل و مسئلہ کامیابی ہوگی۔

جب حکومت ہم کو پریشان کرے تو حکومت کا مقابلہ نہ کریں، بلکہ نماز پڑھ کر اللہ سے کہیں تو ہر مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نماز کے ذریعہ حل فرمادیں گے تو نماز کو بنانے کے لیے پہلے یقین

پر محنت کرنا ہوگی، جس چیز میں یہ یقین بنا ہوگا یعنی تجارت سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ سے ہوتا ہے، جس سے نہیں ہوتا وہ 'لا الٰہ' اور جس سے ہوتا ہے وہ 'الا اللہ' ہے۔ اور جس طریقے پر اللہ سے ہوتا ہے، وہ محمد رسول اللہ ہیں۔ (یعنی حضور کے طریقہ پر عمل کرنے سے ہوتا ہے)

حکومت کا ایک آفیسر تبلیغ میں نکل گیا تو اس نے رشوت چھوڑ دی۔ اس کی وجہ سے دوسرے افسر پر زد پڑی تو یہ واقعہ ہوا کہ افسر اس سے کہتے کہ تو جماعت میں چلا جا، وہ کہتا کہ میں لوٹ آیا ہوں یعنی جب جماعت تو چلا جائے گا تو رشوت ہم لیں گے۔ تیری غیر حاضری کے موقع پر، چنانچہ اس کا تبادلہ کر دیا گیا تو حکومت خود نہیں چاہتی کہ رشوت ختم ہو تو اصلاح کیسے ہوگی۔

کلمہ کے اعتبار سے نماز کی مشق ہے، اس یقین سے نماز پڑھنے سے فرعون ڈوبا ہے۔ آج ہم دنیا کی شکل کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے ہیں تو کامیابی کیسے ہو، حالانکہ خدا کو سامنے رکھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔ خدا اپنی قدرت کو دکھائیں یہ اس وقت ہوگا جب کہ شکلوں سے یقین ہٹا کر نماز پڑھی جائے۔ نماز میں رخ بیت اللہ کی طرف ہے تو بیت اللہ کی طرف رخ ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی قدرت کی طرف متوجہ ہو، بیت اللہ مرکز ہے ایک جیسے ساری دنیا کو سیراب کیا زمزم میں پانی کسی سے نہیں بنی ہے بلکہ خدا کی قدرت سے بنی ہے، انسانی ہاتھ سے نہیں بنا، بلکہ خدا کی قدرت سے بنا ہے۔ اس لیے بیت اللہ بنایا کہ انسان کا دھیان خدا کی قدرت کی طرف ہو جائے اس طرف یاد دلانے ہے نماز کی بنیاد خدا کی قدرت پر ہے اور دوسری چیزوں کی بنیاد کائنات پر ہے۔

اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ پر ڈال دیا تو زمزم وجود میں آیا، آج ہم زمزم پی کر کامیابی چاہتے ہیں، حالانکہ زمزم پی کر کامیابی جب ملے گی، جب زمزم کے نکلنے والا یقین حاصل ہو، یقین کا رخ پھیرنے کے لیے نماز دی گئی ہے جو ہماری زندگی کے باغوں میں بگاڑ

وہی فرعون کی حکومت ہے اور یہی کافرانہ تسلط ہے اندر خدا کی قدرت سے مدد و نصرت کی شکل سے
ممکن ہو رہا ہے۔ بیت اللہ کو گرا دینا یا اسے بغیر اسباب کے بچا لینا بیت اللہ کی قدرت
کے مظاہر ہوا کرتے ہیں۔ وہ خدا کی قدرت کا ظہور ہونے سے ہوا۔ ابرہہ نے حملہ کیا تو ابرہہ کا لشکر
مکہ میں چڑھ آیا۔ سب بھاگ گئے پہاڑوں پر لوگوں نے کہا کہ کوئی سردار آئے جو اس سے
ابرہہ کے سردار نے کہا کیا چاہتے ہو تو انہوں نے کہا سو اونٹ مانگنے آیا ہوں تو اس نے کہا
کہ ہم بیت اللہ کو ڈھانے آئے ہیں اس کے بارے میں تم نے مجھ سے کہا اونٹ کو کہا تو
عبدالمطلب نے کہا بیت اللہ اللہ کا ہے اس کو خدا بچائے گا اور اونٹ میرے ہیں جو میں لے جاؤں گا تو اس
نے اونٹ دے دیئے۔ جب فوج آگے بڑھی تو چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی ٹکریوں نے ابرہہ کو وہاں
ختم کر دیا اور برباد کر دیا پیدا ہوا کا مسئلہ پیدائش کا مسئلہ مقابل طاقت کے شکار کا مسئلہ
تحفظ کا مسئلہ یا اللہ تیرے چلنے کا مسئلہ بیت اللہ پر آکر کے دکھا دیا تاکہ تمام شکلوں پر
ہو کہ خدا کی قدرت پر یقین کر کے نماز پڑھیں اب آج کی جمہوریت پر خوش ہو رہا ہے سوال
کہ اس شکل پر یقین ہو آکر ایک نماز کو چھوڑ کر حکومت کو قوم کے نیچے آنے سے روک رہا ہے۔

یہی نماز ہے جس نے فرعون کو غرق کیا اور اسی نماز کی برکت سے وادی تیہ میں
من و سلویٰ نازل ہوئی اور یہ اس وقت ہے جب کہ نماز خدا کی قدرت کے یقین کی بنیاد پر ہو۔
خدا کی قدرت سے حاصل کرنے کی صورت نماز ہے جیسے تجارت مال کے حاصل
کرنے کی صورت ہے حکومت اقتدار حاصل کرنے کی صورت ہے۔ اسی وجہ سے پہلے نماز میں لا الٰہ الا اللہ
محنت ہوگی اگر یقین یہ ہو جائے کہ نماز پڑھ کر ہم مسئلے حل کرتے ہیں تو اس پر حکومت قدموں پر
آنے کی۔ آج اسباب کی شکلیں اور صورتیں موجود ہیں اسی وجہ سے خدا کی قدرت پر یقین
نہیں ہو رہا ہے اور ختم ہو جانے پر بھی خدا پر یقین ہو اس سے پہلے بتوں کی عبادت کرنے
والے اور خدا کی عبادت کرنے والوں کا مقابلہ تھا اہل حق و اہل یقین صحابہ کے دلوں میں

اتری نماز تک جیسی اتری ویسی مکہ والا قرآن اترا ہے، پھر نماز اتری، روزہ، زکوٰۃ، تجارت کے بعد نماز
دی جانے والی فکر کا یقین ہے ہوا مکہ والا یقین کے بعد نماز ہوا خدا کی قدرت پر یقین ہوگا،
کہ ہر چیز کی قدرت اللہ کا کام ہے۔

اس لئے کلمے کے یقین کی تین بنیادیں ہیں

(۱) بیت تمہارے ہاتھ کا بنا ہوا ہے تمہارا اتفاق ہے پھر حق سے کچھ نہیں ہوگا ہاتھوں کے
بنائے ہوئے چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا ہے خدا سے ہوتا ہے۔

(۲) پھر جن ہاتھوں سے چیزیں بنی ہیں ان سے بھی کچھ نہیں ہوتا اللہ سے بنے ہوئے کا
انکار کرو۔

(۳) جتنی مخلوق بنی ہوئی ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا جس کا نام "لا الہ الا اللہ" ہے جو عربی
اصطلاح میں مردہ وجود کو کہتے ہیں، وہ کس جوڑ میں ہے، لیکن اس وجود سے کچھ نہیں ہوتا ہے
جیسے کی مثال کہ زندہ ہے تو بھاگ جائیں گے اور مردہ ہے تو کچھ نہیں جب کہیں گے اسی
طرح ساری مخلوق مردہ ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا اس کے پیدا کرنے والے سے
سب کچھ ہوتا ہے۔ پہلے "لا الہ الا اللہ" کی مشق کرو، اسی کو بولو، دعوت دو۔

اس کے بعد نماز کی مشق کرو، اس میں پہلے فضائل پر محنت ہوگی کہ سوال کرکے نماز
پڑھنے پر کیا دیں گے، قرآن پڑھنے پر کیا دیں گے، سورتوں کے پڑھنے پر کیا دیں گے، پھر
نماز پر کیا دیں گے، پھر تفصیلی نماز پر کیا دیں گے اس کے بعد مسئلہ نماز پر عمل ہوگا، خشوع خضوع والی نماز
ہوگی، اچھی نماز سے دور ہوگا، حکومت، وزارت نماز سے ملے گی۔ جن کی نماز کے طریقوں کو
معلوم کرنے کا اہم مسائل ہیں، اگر کسی کی مشق، نماز کی مشق، نماز کے فضائل کی مشق، مسائل کی
مشق ہے:

(۱) ایک جوڑ کے اعتبار سے کسی کی مشق۔

(۲) یقین کے اعتبار سے مشق ہے۔

ظاہر کی محنت ذکر اذکار اور جلوت کی محنت کے ساتھ والی محنت ہے۔ جو ہمارا اس

طریق اخلاص کے ساتھ دھیان کے ساتھ ان کی مشق کی جائے گی۔

اگر نماز میں کلمہ والا یقین، فضائل و مسائل، ذکر، دھیان اور اخلاص سے ہو تو یہ نماز
درست ہے جو ہماری زندگی یا تو مشغلہ کے ساتھ ہوگی یا مشغلہ کے بغیر ہوگی۔ مشغلہ کے ساتھ
اسی طرح دعوت دو کہ اس کی تردید کرتے کرتے اپنی تردید آ جائے، یہاں تک کہ دل تک اپنی
تردید ہوگی پھر اگر نماز نہیں مانیں گی تو وہ معصیت میں پڑے گی۔ والی بننے کی صورت یہ
ہے کہ نماز سے سب کچھ ہو جائے گا۔ اس کی دعوت دو پھر نماز کی برکت سے حرام کمائی سے
بچیں گے، پہلے دو نماز تھی کہ بدر میں فتح ہوئی، اسی نماز پر خندق میں فتح ہوئی، اسی نماز پر قیصر
و کسریٰ کے خزانے قدموں میں آئے، اسی نماز سے حکومت ہماری حفاظت کرے گی۔ اور
حضور ﷺ کے طریقوں پر کامیابی کا یقین کرے۔ مسجد والے حلقوں میں چار ماہ مسلسل
محنت کی جائے گی پھر مناسبت ہوگی پھر چلہ کے بعد ترتیب یہ ہو کہ سال میں ایک چلہ
پھر آدھا دن تقاضے کی جماعت مسجد میں اور آدھا دن کاروبار میں، یہ صحابہ کی زندگی میں ملتا ہے

(۱) ایک محنت انبیاء کے دور میں سے جو انبیاء والی حلقوں سے محنت کی کہ لوگوں کو
نماز پڑھوا۔

(۲) امت نے نبیوں کی دعوت کو تھاما یا اپنی ذات پر محنت کرنا امت والی محنت ہوگی۔
دوسروں پر محنت نبیوں والی محنت ہے پھر بعد کو محنت پہلے نبیوں کی محنت ہے۔

حضور کی ذات گرامی سے دو سلسلے چلے ہیں:

(۱) ایک سلسلہ نبوت کا ہے جس میں کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ملا ہے۔

(۲) دوسرا سلسلہ ختم نبوت کا ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا، یہی والا کام امت کرے گی

کہ عبادات اپنی ذات سے کرتے ہوئے عمل پیرا کر لوں کہ عبادات کی طرف اور پورے
دین کی طرف دعوت دے۔ حج کی جامع اور وسیع معنی یہ ہے کہ حج ادا کرنے والا جب واپس
لوٹ کر معاشرے میں جانے کے لیے آتے ہیں ساتھی بن کر آتے ہیں تب آنا اچھا ہو گا
کے پاس ہر دو قسم کے جو پہلے تھے سے اعمال تھے تو آج اعمال کے اعتبار سے حج ختم ہو گیا۔
آج کل لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ حاجی اس طرح کر کے سب سے بہتر بن جاتے ہیں اسی وجہ
سے عمل کے تحت وہ ختم کر دیتے ہیں کیونکہ حاجی ہو تو ہمیں حج کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ حج کی
عادت اور اس کی محبت سے لے کر آئیں گے جاتے وقت کے ساتھ ہوتے رہے ہیں اور گزرتا ہے قیمتی عمل کی
ہوئی ظلمت کی چیزوں سے الگ رہتا ہے ہمیں لے جانا ہے حج کر کے حضور کے احکام پر لانے
کے لیے مقصد کریں جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حج کر کے حلال ہو گئے اور ہمیں تو حج کرنا ہے
ما حاصل کا ہمیں ان کا ثواب ملے گا

(۵)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء بعد نماز فجر، بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین بستی دہلی میں "انسان کو اس کی محنت پر اللہ کی توفیق سے ملتا ہے" کے عنوان سے ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

انسان کو اس کی محنت پر اللہ کی توفیق سے ملتا ہے، اگر صحیح محنت ہے جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جس سے وہ راضی ہوتا اور ہر طرح سے اس کو کامیابی ملتی ہے اور اگر اس کی محنت خدا کی ناپسند ہو، بلکہ غلط ہو تو اس کی زندگی کامیاب نہ ہوگی، خواہ ہر چیز ہوگی تو اسے اللہ چھین لیں گے، یہاں تک کہ جو دیا ہے اس کو بھی چھین لیں گے، بہر حال محنت پر ملتا ہے۔

اب کیا سامنے رکھ کر محنت کر رہے ہیں؟ یاد رکھئے رکھ کر محنت کر رہے ہیں جو اللہ کو پسند ہے یا وہ کر رہے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے۔ اللہ نے زمین کو انسان کی ضرورت کے تحت بنایا ہے لیکن قیمتی نہیں بنایا، اس کے اندر مادیات کی کوئی حیثیت نہیں۔

حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر اس دنیا کی قیمت ایک مچھر کے پَر

کے برابر موتی تو کسی کام کا، ایک گھونٹ پانی نہ تھا۔

جب اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تخت سلیمانی دیا تو ہوا وغیرہ کو سب کو ان کے لیے مسخر کر دیا (تابع کر دیا) اور وہ اس کو اٹھا کر لے کر چلتی تھی، جو دنیا میں ان کے علاوہ کسی کو نصیب نہ ہوا، جب تخت کے متعلق کسی نے تعریف کی تو فرمایا گیا تو اس نے کہا کہ کیا نہیں سنا کہ سلیمان علیہ السلام کو جو تخت ملا ہوا ہے تو انھوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے کا ثواب اتنا ہے اس کو تخت سلیمانی کیا برابری کر سکتا ہے، چنانچہ حدیث میں "لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا" (اللہ کے راستے میں صبح و شام تھوڑی دیر نکلنا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے) علماء محققین فرماتے ہیں کہ یہ بہتر ہے تو کس اعتبار سے:

(۱) ایک مطلب یہ ہے کہ دنیا سے بہتر ہے لیکن اس سے بہتر راہ خدا میں نکلنا ہے اس سے دنیا کی بے حقیقتی ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ جتنے اعمال دنیا میں کیے جاتے ہیں ان سب سے بہتر راہ خدا میں ایک صبح و شام نکلنا ہے۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ عبد اللہ بن رواحہ نے جمعہ کی نماز پڑھنے کی وجہ سے راہ خدا میں نکلنے میں دیر کر دی تو آپ نے فرمایا: تیرے اور ان کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گیا ہے جیسے مشرق و مغرب، دنیا کی کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی، تو انسان جس چیز کو سامنے رکھ کر محنت کرے گا وہ دیں گے، حفاظت کی شکل اختیار کی جاتی ہے تو شکلیں حفاظت کی بن جائیں گی، لیکن حفاظت نہ ہوگی، اس لیے کہ شکل پر کامیابی نہیں ہے، بلکہ خدا والے اعمال پر کامیابی ہے۔ کامیاب زندگی بننے کی صورت یہ ہے کہ جو آدمی اپنے اعضاء سے وہ عمل کرے جس پر اللہ تعالیٰ خوش ہو کر کہہ دے کہ یہ کامیاب ہے، قیامت کے

دن گا روزے کو دے کر جہنم سے آزاد ہونا چاہیں گے تو قبول نہ ہوگا، لیکن اگر ان سے خلاف کسی کا ایک عمل درست ہے اور بقیہ عمل خراب ہے اور اللہ نے اس ایک عمل پر اس کو بخش دیا) تو اس ایک عمل سے پوری دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی، جس میں ہزاروں باغات ہوں گے اور ایک باغ کی قیمت دنیا کے باغات نہیں بن سکتے، ایک حور ساری دنیا سے بہتر ہے، اسی ہزار خادم اس کی خدمت کے لیے ہوں گے، بس ہو کہ دنیا کی کوئی چیز قیمتی نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے عمل کو قیمتی بنایا ہے، یہاں تک کہ پاخانہ کے عمل کو بھی ٹھیک کرے (آداب کی رعایت کرے) تو یہ بھی عمل قیمتی ہے، الغرض دل ایمان و عمل کے ساتھ تو کامیابی ہے، ورنہ نہیں اور استقامت سے عمل کرے گا تو کامیابی ہوگی اور استقامت اس وقت ہوگی جب قیامت کے دن کو سامنے رکھ کر چلے گا، اعمال سادہ ہو جائیں گے حالات بدلیں گے إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ [رعد:۱۱] تو مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کی کامیابی اعمال میں ہے، سارے اعمال میں قیمتی چیز ہدایت ہے۔

ہدایت دل میں ایک نور ہے جس سے اللہ کے حکموں و نبی کے طریقوں پر نفع دکھائی دے اور خلاف پر نقصان دکھائی دے، اس کا نام ہدایت ہے، اس روشنی کا نام ہدایت ہے اور دل کی روشنی نماز سے حاصل ہوگی اور نماز ہی نہیں ہے تو روشنی کہاں، نماز پڑھنا کس طرح آئے جب کہ نماز خدا کی ڈیوٹی ہے تو تمام کام کو چھوڑ کر آئے تو کسی نے کہا ایک عید کی پڑھ لو، کسی نے کہا جمعہ پڑھ لو، کسی نے کہا پانچوں وقت پڑھو، ایسے ہی کسی نماز میں پانچ منٹ کسی میں دس منٹ، نماز گھڑی کے ناپ سے پڑھتے آتے ہیں، اگر زیادہ دیر مسجد میں ہو جائے تو اگر کسی دن امام نے نماز لمبی کر دی تو مصیبت ہوگئی کہ نماز لمبی کیوں پڑھائی، ڈیوٹی والے لوگ ہیں۔

سارے مسائل کے حل کے لیے اللہ نے نماز دی ہے، خدا کی قدرت سے فائدہ

حاصل کرنے کا نام نماز ہے جو اللہ تعالیٰ والا ہے، نقشوں سے آزاد ہے، ساری شکلیں خدا کی پابند ہیں، بلکہ خدا کی قدرت کسی شکل کی پابند نہیں، حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، تو پہلے قدرت سے فائدہ حاصل کرنے والی نماز کو جو لوگ نماز پڑھیں حضرات کے آگے کی ملازمت نہیں کرنی پڑے گی، بلکہ حاکم کو نمازیوں کی خوشامد کرنی پڑے گی۔

اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے چیزوں سے یقین ہٹا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کیا جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ قرآن و حدیث سیکھا جائے کہ نماز کس طرح ہونی چاہیے، پھر نماز کی شکل کو دیکھا جائے کہ کس طرح نماز ہوتی ہے، اس کا نام مسائل ہے۔

(۱) کلمہ والا یقین

(۲) فضائل والا عمل

(۳) مسائل والی شکل

(۴) دھیان کے ساتھ غیروں سے کٹ کر نماز پڑھے یہ خشوع والی نماز ہے، اس کے لیے اللہ کا دھیان ضروری ہے، خدا کے فیصلے کے ساتھ زندگی کی تبدیلی ہے، مرنے کے پیچھے عبادت اور دعا پر ہوتے ہیں۔

(۶)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ
مطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۳ء بروز ہفتہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

میرے دوستو بھائیو!

آخرت کے خواہش پیدا کرو، دنیا تو کسی مقام و درجہ حاصل کرنے کے لیے سب کچھ قربانی کرتی ہے، لیکن مسلمان جنت کا مقام و درجہ حاصل کرنے کے لیے کچھ قربانیاں نہیں کرتا، ساری زمین و آسمان جنت کے مقابلہ میں گھٹیا ہے، آخرت کے خواہش ہو جس کا حساب ہوگا اور نہ کتاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ محشر میں فرمائیں گے میرے اقرباء و احباب کو جنت میں داخل کرو، فرشتے کہیں گے اے اللہ کیا آپ کے بھی اقرباء و احباب ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ہاں وہ فقراء و مہاجرین ہیں جو اپنی ضرورت کو اپنے سینہ میں لیے لیے رہ گئے اور لوگوں کی اصلاح کی لیے ادھر ادھر پھرتے رہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جب تک تم میدان حشر میں ہوگے حساب و کتاب نہ ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جنت حساب والے ہیں جب تم جنت میں چلے جاؤ گے تو اس کے بعد حساب و کتاب ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنے احباب میں ان لوگوں کو شمار نہیں کیا جو گھر پر بیٹھے ہیں، بلکہ ان لوگوں کو شمار کیا ہے، جو خدا کی (کلمہ حق کی) آواز کو لے کر گھومے

جب حضرت نے جگہ سے سوال کیا ایمان کیسا ہے تو آپ نے سوال کیا تو فرمایا فقراء
مہاجرین میں کیسا ہے فرمایا یہ سب ہی کام والے دوزخ میں جائیں گے ان کے ایمان اعمال
کی خرابی کی وجہ سے اور یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے سامنے سر جھکانے والے ہیں اور تم ان کے
آگے سر جھکاتے ہو۔

ہم مال کما کر سامنے رکھتے ہیں یہ مالداری نحوست ہے ہم حکومت کر کے سامنے رکھتا ہو
زمینی نحوست ہے اور حضور ﷺ نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ
مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین
کر کے موت دے اور مساکین کی جماعت کے ساتھ میرا حشر فرما۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب
ہمارے ان بندوں نے ہمارے واسطے اپنی راحت دنیا میں قربان کی وہاں سے افضل ہوگی
ان فقراء مہاجرین سے دو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور تین چلے لگانے سے فقراء کے
درجہ میں آجائے گا۔ ان شاء اللہ

اس کی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ مجھ کو فقراء میں شامل کر لے تاکہ برداشت کرنا آجائے
جان و مال قربان کرنا آجائے۔

تین چلے سے فقیر بننے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ شیطان فقر سے ڈراتا ہے۔
جب ایمان و نماز قوی ہوتی ہے تو فقیر بنائے جاتے ہیں۔ تین چلے فقیر بننے کے لیے ہیں بلکہ
فقیر بننے کی تیاری کی صلاحیت کے لیے ہے۔ آج کی دنیا کے سارے سمجھتے ہیں کہ فقیری
یہ ہے جو لوگ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا کر مانگتے ہیں وہ فقیر کا نام کرتے ہیں۔ چاہے وہ
اہل استاد ہوں یا کوئی اور ہو حضرت ابوبکر و عمر کماتے تھے لیکن فقیر تھے۔ حضرت محمد
ﷺ نے بعد نبوت کچھ نہیں کمایا لیکن فقیر تھے فقیری اس وقت ملے گی جب برداشت کرنا
آجائے اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے ایک مرتبہ حضور نے فرمایا بیعت ہو جاؤ لوگوں

سے کہا کسی چیز پر تو آپ نے فرمایا اس بات پر حیرت ہے کہ کسی سے عنایت کی تو قدرت الہی سے
جہاں تقدیر بن گئی تو اللہ سے یوں تمہاری ایک جیب ہی کہ جو شخص بھی اس سے ملتی ہے وہ اس کا
ہے کہ دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے جب اللہ نے قبول کر لی تو بدلنا شروع کر دیا۔ جب بعد
دعا قبول ہونے کے بعد عمل نہ کرے تو پھر خدا اس کی کمی کے بعد دوبارہ قرار دیتے ہیں۔
اس لیے تقدیر پر دعا کرنی چاہیے بلکہ پہلے تقدیر کی تمنا کرنا چاہیے بلکہ دعا اس طرح کرنی
چاہیے کہ اللہ ایمان کو روشن کرے جس سے تقدیر بنتی ہے اگر اللہ نے تقدیر بنا دی تو سب
تمہارے قدموں پہ آئے گی۔

❀❀❀

(۷)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۷ رمضان ۱۳۸۲ھ
مطابق ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء بعد نماز فجر بنگلہ والی
مسجد حضرت نظام الدین میں ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

لو رمضان ختم ہو رہا ہے، کچھ وقت بعد رمضان کا حساب خدا کے یہاں دیا جائے گا۔ اس کا رجسٹر مکمل کر دیا جائے گا، اگر رمضان قبول ہو گیا تو جنت کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے جنت کی تیاری کی، اس لیے دوزخ سے بچو، یا حضور آخر میں آئے اور بہت تھوڑی عمر کے لیے آئے آپ سے قبل لوگوں کی عمریں زیادہ تھیں، حق تعالیٰ نے حضور کو رحمت بنا کر بھیجا اور عمر کم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ عبادت میں سہولت ہو کہ تھوڑی عمر کی حیثیت ہی کیا ہے، کچھ محنت کر لو، یہی وجہ ہے کہ عبادت کا ذوق ہو تو جب پوری عمر کا فیصلہ کر لیا تو نماز روزہ وغیرہ شروع کیا تو اللہ نے رحمت کے دروازے کھول دیے، اسی وجہ سے رمضان آیا، ایک مہینہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ عمر کو رمضان کے تحت گزارنی ہے اور ایک طبقہ ایسا تیار کریں گے کہ رمضان والی زندگی والا بن جائے، تھوڑے دن محنت کریں

وَاللّٰہُ يَدْعُوْا إِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اللہ تعالیٰ دار السلام یعنی جنت کی طرف بلاتا ہے یعنی ایمان و اعمال صالحہ کی طرف بلاتا ہے جو سبب ہیں جنت میں جانے کا اور اسی کی طرف ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

ضرورت ہوگی تو کھائیں پئیں گے، جنت کی زندگی (آرام طلبی کی زندگی) میں گذاریں گے۔ اللہ تعالیٰ دین کے لیے راستہ ہموار نے یہ انعام دیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بندہ کے ہر عمل پر جنت دلواؤں گا عمل خدا کی طرف سے تحفہ ہے جس کے بدلے خدا جنت دیں گے۔ انسان تو گندگی کا ڈھیر ہے، پوری کھال میں خون بھرا ہوا ہے اور دوسرے پاخانہ بھرا ہوا ہے اور تیسرے گندی چیز یعنی منی سے پیدا ہوا ہے، پورا جسم گندا ہے تو جس چیز کو چھوئیں گے گندگی لگ جائے گی تو خدا کو کیا تحفہ دے گا اسی وجہ سے ابوبکرؓ نے کہا کیسے توبہ کروں؟ آپ نے فرمایا: "أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ" کہا کرو۔ گندگی سے پاک ہونے کی صورت استغفار ہے دوسرے کثرت سے عبادات دن و رات شروع کر دے تیسرے سعادت کی تیاری کرنے کو اللہ سے مانگے اے اللہ آخرت کے ارادہ کر کے اے اللہ استغفار کے ذریعے میری زندگی ایسا کر دے کہ کامیاب ہو جاؤں۔

(۸)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ بعد نماز عشاء "حیاۃ الصحابہ" جلد دوم "حب المسلم للہ" کے عنوان سے ہوا۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

میرے بھائیو دوستو!

مسلمان کو حق تعالیٰ شانہ نے دنیا اور آخرت کی ساری ترقیات کے لیے جو اسباب دیے ہیں وہ [illegible] کا سارا سامان ہے! بلکہ مسلمان کی ترقی کے لیے جان و مال کی قربانی کا سرمایہ دیا ہے اگر جان و مال کو اللہ کی راہ میں [illegible] سے جگہ مال و جان کے [illegible] اور اسلام کے بجائے مسلمان کے ہاتھ سے [illegible] جاتا ہے مال [illegible] مکان [illegible] حالات (پریشانیوں و بیماریوں) سے اقتدار [illegible] گے۔

اور جب [illegible] گے تو مصیبت میں گے جب مسلمان خود کسی [illegible] ہر مسلمان مسلمان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی ہے اگر مسلمان کسی مسلمان کا اعزاز (عزت) کرتا ہے تو حضور کا اعزاز کرتا ہے اور اگر تحقیر کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کرتا ہے اگر مسلمان کو ستاتا ہے تو حضور کو ستاتا ہے جیسے مسلمان اپنے آپ دنیا میں نہیں آیا بلکہ حضور کے واسطے سے دنیا میں آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں اپنے بھائی [illegible] صاحب [illegible] آپ

نے یوں کہا کہ [illegible] سے محبت ہے [illegible] کے [illegible] سے
کے مستحق ہوں گے [illegible] ہے اب دیکھنا ہے کہ صحابہ کیسے تھے اور ہم کیسے ہیں
دکھانے کے لیے بھوک پیاس، تکلیف برداشت کی اور جب کوئی خواہش [illegible] سے
[illegible] کی طرف [illegible] کھینچتا ہے، بے کلی سے [illegible] ہے [illegible] اعلیٰ کی طرف [illegible]
سیکھا [illegible] تکلیف آتی ہے، جب تکلیف کو برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ترقی دیتے ہیں
صحابہ کی طرح [illegible] تھوڑی محنت و مجاہدہ کرے تو محبت [illegible] ملنے والا ہے [illegible] کے عشق کی کو
[illegible] کی [illegible] پریشان کے [illegible] تو جنت مل گئی اگر [illegible] تو
[illegible] پوری دنیا کے [illegible] عظیم [illegible] تو جنت نہیں ملے گی، لیکن کسی [illegible] پلا دیا تو جنت
ملے گی، آج ہماری دل کی آنکھیں بند ہو گئیں، اس وجہ سے کفار کے ہاتھوں پٹ رہے ہیں، اب ہم
قومی چکر میں آ گئے [illegible] کی محبت میں آ گئے [illegible] اسی وجہ سے پٹ رہے ہیں، مسلمان وہ ہے
جو بلاتفریق وطن و زبان [illegible] کسی ملک کا ہو اگر وہ مسلمان ہے تو اس سے محبت کرے [illegible]
[illegible] صحابہ [illegible] محبت [illegible] مسلمانوں سے تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے
اس لیے بلاتفریق ملک و وطن مسلمان کے پاس بحیثیت مسلمان کے جایا جائے جتنا زیادہ
مسلمانوں کے پاس جائیں گے اتنی ہی محبت حضور سے بڑھے گی، آج مسلمانوں کے پاس
کوئی [illegible] نہیں ہے بلکہ جس کو [illegible] کر سکتا ہو [illegible] ہے، آج مسلمان کسی مسلمان سے محبت
اس لیے کرتا ہے کہ [illegible] والا ہے، اسی طرح کفار سے محبت کرتا ہے کہ [illegible] والا ہے تو یہ محبت
تنگ ہے، بلکہ مسلمان سے محبت اس لیے ہے کہ اس کے دل کے اندر [illegible] ایسا حسن ہے
[illegible] کہ ایمان [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اس لیے اس کی قیمت ہے، فرمایا کہ [illegible] زبانی [illegible]
[illegible] اللہ کے لیے محبت کرنے والا [illegible] وہ اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا ہے [illegible]
[illegible] عمل [illegible] ملا جائے وہ اللہ کے نزدیک [illegible] ولی ہوگا۔

(۹)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۱۸ راگست ۱۹۶۳ کی مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین میں ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو دوستو!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: {ومن اظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى الى الاسلام} [الصف: ۷] اور آگے یہ فرمایا کہ اللہ نے رسول اس لیے بھیجا تاکہ کافروں کو ناپسند ہے، مگر اس لیے بھیجا کہ ساری دنیا کے طریقوں پر حضور کا طریقہ غالب آجائے اور محنت کرنے پر حضور کا طریقہ غالب آتا ہے۔ حضور ﷺ دنیا سے چلے گئے، نبوت ختم ہوگئی اور رسول والی محنت ختم نہیں ہوئی بلکہ رسول کی جگہ پر اب امت کے ذمہ یہ محنت ہوئی۔ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ نبی والی محنت کریں۔ لیکن آج ہم نے سب طریقے سیکھے نبی والا طریقہ نہیں سیکھا، جس کی وجہ سے جانوروں کی طرح زندگی گزارنے لگے۔

اللہ اور حاصل کر کے حضور کا طریقہ چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کا طریقہ سے زندگی [illegible] ایک غالب آتا ہے دوسرا مغلوب ہوتا ہے اگر مغلوب رہنا ہے تو غالب رہنا پہلے اپنا ہے [illegible] ہے اگر مغلوب رہنا اس پر بھی بتا سکتا [illegible]

ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک [illegible] ہے کہ ساری محنت جانوروں کے نظام [illegible] مخصوص ہیں۔ [illegible] تو احوال بدلیں گے اور جب اعمال صحیح ہوں گے تو حالات بدلیں گے اور صحیح ہوں گے۔

مقامی کام

اپنے مقام پر رہ کر کام کرنا یہ پہلے کے نبیوں والا کام ہے لیکن حضور ﷺ کا کام جو صحابہ کو اور اس امت کو دیا گیا ہے جس کے ذریعہ پوری دنیا میں محنت چلے اس کی ترتیب کے لیے جماعت بن کر وہاں محنت کرنے والے بن کر پھرے۔

پانچ چیزوں کے ساتھ جو مقام پر کام کرتے ہیں:

(۱) دعوت (۲) تعلیم (۳) ذکر و دعا (۴) آپس کا تعاون و مدد (۵) اکرام۔

اب پورا ملک ہماری محنت کا دائرہ کار ہے تو آج یہ کام ساری دنیا میں پھیل گیا ہے لہٰذا کام کرنے والوں کو بیرون ملک کے لیے نقل و حرکت کرنا ہے، کام کرتا ہے اور کام کرنے والے تیار کرتا ہے۔ ہجرت دو قسم کی ہے، ایک ہجرت الی اللہ ہے جس کی کام کے لیے نکلے ہوں اور اپنا وطن بالکل چھوڑ کر دوسرے ملک میں جائیں، اسلام اور مسلمانوں کی ضرورت کے تحت اور اپنی ضروریات کو قربان کر کے، دوسرا کمائی کی غرض سے جانا، تو یہ ہجرت الی اللہ ہے۔ مصیبت سے اسلام پھیلتا ہے، مصیبت سے اسلام مٹتا نہیں، جب تحقیق کا وقت آتا ہے اسلام کا جنازہ نکلتا ہے، اسی طرح اگر مصیبت کے وقت کام نہ کیا تو اسلام سست پڑ جائے گا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہجرت کر کے ہندوستان آئے، اسلام پھیلانے کی غرض سے، پیسہ کمانے کی غرض سے نہیں، اسلام پھیلایا، مصیبت آئی، اس کو برداشت کیا، ان کے ہاتھ پر لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے جو آج بھی موجود ہیں، ایک انگریز لکھتا ہے کہ اجمیری چشتی

سے انہیں ملا جائے جب تو مقرب ہو جاتا ہو مسلمان ہونے۔

دوسری بات یاد رہے، کہ اس تکافل والی دعوت جو ہم کر رہے ہیں اس ارادہ سے ہے
کہ اپنا اسے پورا نہیں! بلکہ اس وقت کسی ضرورت جو کام کی ضرورت کے اعتبار سے
وقت لگاتا ہے۔

اسلام دنیا میں جب پھیلے گا جب تم دنیا میں نکلو، جب محنت عام پر محنت کرو گے
تو پھر بہت علاقوں میں آئے گی اور جب دنیا میں پھیل کر کے تو پھر جہد تمام میں پھیلے گی۔
یہاں تک کہ محبوب ترین وقت گزارنے کی جگہ اور محبوب ترین خرچ کرنے کی جگہ اور محبوب
ترین دماغ کھپانے کی جگہ خدا کا راستہ بن جائے، اور تم خدا کے راستے میں اتنا چلو کہ اللہ
سے جا ملو اور اس کے رسول سے ملو کہ وہ دونوں تم سے خوش ہوں۔

اسلام دوسروں سے لینے کا نام نہیں ہے: بلکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا نام ہے۔
مقامی، پردیسی کو اور پردیسی مقامی کو، مالدار غریب اور غریب مالدار کو فائدہ پہنچائے۔
انسان کا مزاج لینے کا ہے، اور حق دینے میں ہے، اس کے لیے حق تعالیٰ نے کہا کہ دینے والا
میں ہوں تو سونا دے گا میں ہزاروں کا تو کروڑ لگانے کا میں اربوں دوں گا، تیرے پاس
جو کچھ ہے وہ دے دے تو میں سب کچھ دوں گا، تیری ساری ضرورت پوری کر دوں گا، اب اللہ
سے لینے اور بندوں کو دینے کا ذہن بن جائے تو جو ہوگا اس کے لیے عبادات اللہ نے عطا
فرمائی ہے۔

سب سے بڑی عبادت نماز ہے، نماز پڑھ کر مجھ سے مانگ میں دوں گا، نماز کا مقصد
یہ ہے کہ مجھ سے لے کر بندوں پر ہر عضو کا استعمال ٹھیک ہو اس پر جو مانگو میں دوں گا۔

نماز آمد ہے (یعنی آنے کا ذریعہ ہے) اس لیے سب کو فائدہ پہنچاؤ، فائدہ اس وقت
پہنچا سکیں گے جب آمد شروع ہو، دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا نام اخلاق ہے، اخلاق تین چیز

کے مجموعہ کا نام ہے (۱) کف الاذی: مخلوق کو تکلیف سے بچانا (۲) اطلاقة الوجه: خندہ پیشانی یعنی کھلے چہرے سے ملنا (۳) بذل المعروف: مال وغیرہ خرچ کرنا۔

ایک کا رضا نام عبادت ہے، دوسرے کا رضانے کا نام اخلاق ہے، اخلاق اس وقت آئے گا جب عبادت آجائے، اگر اس کی نماز ہو سکے تو ہر مسئلہ کا حل ہو جائے تو آپ کو پتہ لگے گا ہوگی کہ انسان کو کہ مدد پہنچا سکیں یا تو خدا کی طرف سے امداد کے لیے آمد ہوا ہے یا سے یا خرچ کرے جب اپنی جان و مال سے فائدہ پہنچا تو کامیاب ہوگئے، اب ایک ہاتھ پھیلا گیا کہ ایک خدا کی طرف لینے کے لیے اور دوسرا مخلوق کی طرف دینے کے لیے۔ خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت نظام الدین اولیائی کی طرف لوگ کھنچے والے ہے، اس وجہ سے کہ انہوں نے خوشی سے کر مخلوق کو دیا، اپنی ادا دور بھی نکالا، بلکہ ساری مخلوق کو فائدہ پہنچایا، آج ہر ایک ان سے عقیدت و محبت رکھتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ خواجہ معین الدین اور نظام الدین اولیاء کی ذات کی وجہ تھی ذات کی بات نہیں تھی، بات صرف یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کو اسلام پر عامل دیا تھا اور ہم اسلام پر تکمیل نہ کرسکے اس لیے ہم پیچھے اور ہم نہیں پہنچے۔

M D Zaid

(۱۰)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۲ رشوال ۱۳۸۳ھ مطابق ۸ رمارچ ۱۹۶۴ء بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین میں "انسان کے اعمال پر کامیابی و ناکامی کا فیصلہ" کے عنوان سے ہوا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو!

انسان کے ساتھ اللہ کی طرف سے جو کامیابی یا ناکامی کا معاملہ ہوتا ہے وہ اس کے اعمال پر ہوتا ہے، چیزوں پر معاملہ نہیں ہوتا، بادشاہ وفقیر وغیرہ کا معاملہ چیزوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ نہیں ہوتا؛ بلکہ اعمال کو سامنے رکھ کر فیصلہ ہوتا ہے۔ کامیابی وناکامی شکلوں میں نہیں ہے بلکہ اعمال میں ہے جیسے اعمال ویسا فیصلہ (اللہ کا منشاء یہ ہے کہ اے میرے بندو اگر میرے پاس وہ اعمال بھیجو گے جس سے میں خوش ہوتا ہوں تو میں تمہارے پاس وہ حالات بھیجوں گا جن سے تم خوش ہوگے اور اگر تم میرے پاس وہ اعمال بھیجو گے، جن سے میں ناراض ہوتا ہوں تو میں تمہارے پاس وہ حالات بھیجوں گا جن کو تم نہیں چاہتے ہو) اگر انسان اعمال پر

بن جائے تو نیکی کامیابی صرف یہ دنیا میں آئے گی، دوسری کامیابی آخرت میں ہوگی۔ اعمال انسان کے اعضاء و جوارح سے نکلتے ہیں اگر اعتقاد صحیح ہو گئے تو حسنِ اعمال درست ہوں گے۔ اعمال کی محنت پر بھٹنے کا ارشاد ہے گا، انبیاء علیہم السلام اسی لیے آئے کہ ہر سے بڑی نیک اعمال پر محنت کرائی اور سب سے اچھے طور طریق پر انسان کا رخ موڑنے کے لیے وہ مجھ پر سب سے بڑی کلمہ نماز جس بات سے متعلق کہتے ہیں کہ کام تو بہت اچھا ہے لیکن صرف کلمہ نماز سے کیسے کام چلے گا اور یوں کہتے ہیں کہ خالی نماز سے کیا ہوگا اور بھی تو دو پیسے کا بھی مسئلہ ہے خالی دل سے کر بیٹھے گے دل بھی جب ہے جب پیٹ ہے حالانکہ دل سے پیٹ ہے پیٹ سے دل نہیں ہے۔

✓ حقیقت یہ ہے لوگ دھوکہ میں ہیں کہ پیٹ سے دل ہے، حالانکہ آج کھانے کی طرف سے مجھے دور دراز حریص ہیں اتنا کتا بھی حریص نہیں ہے یہ کھانے کے لیے کتوں کی طرح مارے مارے پھرتے ہیں، جن اعمال سے آخرت کے مسائل حل ہوتے ہیں انہی سے دنیا کے مسائل بھی ٹھیک ہوں گے سب سے پہلا کلمہ و نماز ہے، اگر یہ ٹھیک ہے تو سب ٹھیک ہے اور اگر یہ بگڑا ہے تو سب بگڑ جائے گا، اسی لیے دعوت میں نکل کر سب سے پہلے کلمہ نماز پر محنت کرکے جاندار بنانا ہے پھر باقی نمبروں پر محنت و مشق کرنی ہے۔

(۱۱)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۸ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ مدرسہ
کاشف العلوم، بنگلہ والی مسجد کے طلبہ میں ہوا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

جو آدمی پانی میں ہاتھ پاؤں سے تو پھر ہاتھ پیر مارے گا (یعنی تیرے گا) تو جو اس وقت آئے گا تیرنا جو سمجھایا جا رہا ہے اس پر عمل کر کے تیرنا سیکھو ورنہ پڑھنے سننے سے بغیر عمل کے بیچ میں غرق ہو جائے گا۔ ایک بات ہے جو یہاں سے سارے عالم میں کی جا رہی ہے ملک و مال حاصل کرنے کے لیے، جیسا کہ [illegible] ٹھیک کرنے کے لیے کی جا رہی ہے علماء و طالب علم [illegible] کے علاوہ [illegible] کی جا رہی ہے [illegible] سب سے کی جا رہی ہے [illegible] نقصان [illegible] محنت میں [illegible] سمجھتے ہوں گے کہ جب ٹھیک وقت گذرے [illegible] محنت سے [illegible] محنت [illegible] تو سب سے [illegible] ہو [illegible]

رہو، جہاں تک کہ پانچ منٹ وقت ذکر کرتے ہوئے جاؤ ادھر ادھر مت دیکھو، کان بند رکھو، سامنے
دیکھو گے تو اس کی طرف کھنچو گے اور دین کو بھول جاؤ گے تو دل میں جس کا بھی بچ کر آگے
ٹھیک ہو کر نکلے تو جنت میں جائیں گے اور اگر بولا نکلے تو دوزخ میں جا گریں گے۔ دنیا بھی کہ دو
دیکھو، بلکہ بچے کو دیکھو، الا بات کان میں نہ پڑے۔ بلکہ علم لا اور دین کی بات کان میں پڑے
تا کہ دل ان کو پابند کرو۔ جنت سکھاتا ہو تعلیم میں ہو، بہر حال انفرادی اجتماعی ہر شعبہ میں رہو، کسی کو
دخل نہ دو، بلکہ اپنے کو دین کی جگہ سے سب جو دیا ہیں ۲۴ گھنٹے میں محنت کر کے
اللہ سے مانگتے لیے اور سارے انسانوں کے لیے ہدایت مانگو۔

ہدایت کیا ہے

ہدایت یہ ہے کہ دل میں وہ روشنی اور وہ کیفیت جس سے اعمال میں کامیابی نظر آئے اور بد اعمال میں ناکامی نظر آئے، اس طرح آٹھ پہر چوبیس گھنٹے کا وقت گزرا تو ان شاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ اَلدُّنْيَا جِيفَةٌ وَّطَالِبُهَا كِلَابٌ دنیا مردار ہے اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى اللهُ كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ۔ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ اس بات میں دنیا کی عزت ختم ہو گئی، یہ کام بڑے مقصد کے تحت ہے اور کائنات کے اندر کی ساری چیزیں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی وجہ سے اس پر زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہے، پوری محنت دین کی حقیقت حاصل کرنے کے لیے ہونی چاہیے، کیوں کہ دنیا کی کوئی حیثیت نہیں اور دنیا جن کے ساتھ ہو جاتی ہے وہ بھی بیکار ہو جاتے اور جنت سے دور ہو جاتے۔

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن دنیا سامنے ہو کر خدا سے درخواست کرے گی
اے اللہ مجھ کو جنت میں داخل نہیں کرتے تو بعض آدمی جو میرے ساتھ رکھتے ہیں صرف ان کا

آخرت یا کسان سے مرتے ہی جنت میں پہنچ نہ سکنے ... سے ساتھ
ہوتی اس کی حیثیت ایک ذرہ سے بھی کم ہے یعنی دنیا اگر کسی شخص کے ساتھ ہو وہ جنت
سے جہنم میں پہنچ دیتی ہے اس لیے اس کی حقیقت کچھ نہیں اس لیے مسلمان کو اس سے زیادہ
محبت نہیں کرنی چاہیے بلکہ سب کافروں کو ملتا ہے اور جو مسلمان کو ملتا ہے اگر کوئی قدر کی چیز ہوتی تو
مسلمان کو ملتی۔

✓ دنیا کی حیثیت کی مثال یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بہترین لباس پہننے والے کو گندہ کپڑا اور
اس پر اگر کوئی گندی چیز ... جائے تو وہ دور ہو جاتا ہے کیونکہ اس وقت سے بہتر
لگنے اس صورت میں دیکھے گا جانے گا۔ اسی طرح کوئی دیہاتی آدمی تاج محل کو جو بہترین
عمارت میں سے ہے اندر داخل ہو کر دیکھے کہ بڑی بہترین عمارت ہے لیکن اس کے
سامنے کوڑے کا ڈھیر دکھا دیں تو دیکھنے والے ہیں وہ دیکھیں گے اور ساری عمارت سے بیکار
ہو جائے گی اور بدصورت میں اس کے گھر سے نکل کر عمارت کو بدصورت کر دیں گے یہ کام
۲۰۰ دو سال سے ہو رہا ہے مقصود وہ اللہ ہوتا ہے اور دو قدر روایات کا حاصل کرتا ہے جس
کے بغیر انسان اندھا ہے دنیا خرافات کدہ ہے اور روایت ہے کہ اعمال میں کامیاب اگر
آنے لگے تو اگر کوڑے پھینکنے والے کے پاس جاتے تھا ایک جگہ سے میں اس کے بعد
ڈال کر گئے تالا لگا رہا تھا ... میاں تو تم نے پوچھے لیکن کے لے اور کھول
لو تالا لگا دو ... پاس تالا لگانے کے بعد ... چلے گئے جس کا
یہ حال ہے اس کو انتہا رہتا ہے اس کے اندر جو چاہے اپنی دنیا کی ساری مخلوق یہاں
کے ساتھ ہے ... اللہ اس میں کامیابی دیکھے جاتے ... حالات کر جاتے ہیں بنا سکتے یا
بگاڑ دے ... سے حل ہوتا ہے محنت کرتے اعمال کو درست کر کے دعا والا اللہ جانے والے
کامیاب لیتا ہے۔ خدا کی قدرت تخلیق کائنات سے نہیں بلکہ صفات کے سب تو ہے وہ

راستے الگ الگ ہیں:

(۱) ایک قدرت سے استفادہ (فائدہ حاصل کرنا)

(۲) خدائی قدرت سے براہ راست استفادہ۔

اس وقت مسلمان قدرت سے استفادہ کے رخ سے ہٹ کر وجودی چیزوں سے استفادہ پر چلے گئے، اقلیت میں ہونا تقدیری دور میں ناکامی کا ضابطہ نہیں ہے، اسی طرح اسیری کامیابی کا ضابطہ نہیں ہے۔ خدا کے یہاں دعا بڑا کامیاب ہے قدرت کے استفادہ کی شکل کو سامنے نہیں رکھا جاتا ہے کہ اللہ پاک کے شکل سے دعا کا راستہ قدرت سے استفادہ کا ہے شکل سے استفادہ کا نہیں ہے۔ آج دونوں الگ ہیں اور مختلف ہیں، حالانکہ دونوں کو ایک ہونا چاہیے، اگر ہم دعا کے راستے میں آ جائیں تو جو ماسوا سے ماخوذ ہیں اور جو چیز سے ہونے والے کے درمیان کوئی فرق نہ ہوگا۔ ان شاء اللہ کیونکہ ہمارا محور اس لئے ہے کہ جو ہوتا ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہوتا ہے وہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا استعمال چیزوں پر نہیں کریں گے: بلکہ صحابہ کرامؓ کے طریقے پر کریں گے خدائی قدرت سے مراد ہے وہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و طریقے کے راستے سے ہوگی۔ وہ یقین ہونا کہ چاندی کی قیمت ایک انگلی کے برابر نہیں تو پھر اس سے نماز وظائف کے آپ کے اعمال کی قیمت کتنی بڑی ہے آج دنیا کی ویرانی میں لوگوں کی کارخانوں کی تجارتوں کی ویرانی پہنچ گئی ہے۔ اللہ کی برائی نکل گئی ہے مسلمان کو اولیاء اللہ سے چیزوں کو سوچ کر سب نہیں آنے دیتے تھے حضرت سفیان ثوری کی نظر اور دیکھتے تو منہ پھیر کر دیوار سے لگ جاتے، وجہ بیان فرماتے کہ یہ بدمزہ ہیں، مجھے خطرہ ہے کہ ان کی طرف دیکھوں تو گرفت نہ کرے۔ یہ سفیان ثوری محدثین میں اعلیٰ درجے کے محدث ہیں اور صوفیاء میں اعلیٰ درجے کے صوفی ہیں اور مجتہد ہیں۔

دعا کی قبولیت کے تین شرائط ہیں:

(۱) اخلاص سے ہو، سنت کا یقین ہو، دل میں تو حق کے علم یقین ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے، ہاتھ پھیلانا تو دور کنار حال کا ذکر بھی کسی کے سامنے نہ آنے پاوے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ نماز پڑھ کر تم کو پھر اللہ تعالیٰ یا تو معروف طریقے سے دیں گے کہ کسی کے دل میں ڈال دیں کہ وہ تمہاری مدد کرے، یا غیر معروف طریقے سے دیں غیب سے دیں، بغیر کسی ذریعے کے براہ راست دیں۔

اسلام ظاہری (باہری) چیزوں سے نہیں چمکتا ہے، وہ باطنی چیزوں سے چمکتا ہے، وہ اخلاق سے چمکتا ہے، دعا سے چمکتا ہے، یقین سے چمکتا ہے، اس لیے ساری محنت اپنے اوپر خرچ کرتا ہے اپنے اوپر محنت کر کے خدا کی ذات وصفات سے ہونے کی آواز لگاؤ اور اس پر عمل کرو اور یہی چیز ہمیں کھنے کا ہوں اور بات کو سمجھو اور سمجھاؤ اور اسی کا نام سیاست ہے سیاست شیطان سے ہٹی ہے، کہ حوا سے کہا اللہ نے اس درخت کے کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ جس کو نہ کھاؤ گی تو جنت سے نکال دی جائے گی اور کھاؤ گی تو ہمیشہ جنت میں رہو گی (بات کو دا رہے اور کہہ رہا ہے تو دور)

اس طرح لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے تبلیغ نہیں کرنی ہے، خدا سے ہٹ کر لوگوں سے مانگے، اس سے پہلے تو ہم کو دعا والا بننا ہے، آسمان والے سے دعا والا ہے، اس ... عمل کرو دعا نماز والا بننا ہے۔

❀❀❀

(۱۴)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۸ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ
دیوبند کے طلبہ کے مابین ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

{قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ} ملک شکل ہے عزت مال ہے، اور 'الملک' میں الف لام استغراق کے لیے ہے، ملک و مال تیرے قبضہ میں ہے۔ اب معلوم ہوا کہ کامیابی اعمال پر ہوگی ملک و مال سے نہیں ہوگی۔ آج یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کو تو لیاقت میں ہے کامیابی کا یقین خالق والا نہ لیا ملک و مال والے جانتے ہیں کیا ہیں اور اس پہ تجھ تاجی کرتے ہیں اور قدرت کے جو نغمے والے ہیں وہ علم بھی ہے لیکن یقین نہیں، آج علم ہے، لیکن اس علم پر یقین نہیں ہے۔ آج طالب علم تعبیر ایمانیات کے تحت کے علم حاصل کر رہا ہے، ایک طالب علم بنیاد سے چلتا ہے، پھر شرح جامی کے قریب پہنچا کسی نے مولوی صاحب کہا تو اس طالب علم نے سمجھا کہ میں بیان کیا تو یہ وصل الا ماسبق غلط سے آگے نہیں بڑھا۔ صحابہ کے دور میں علم کی دو قسمیں تھیں: (۱) تیرہ سال کی زندگی میں علم معرفت کے یقین کے ساتھ آ رہا تھا، یہود کے پاس علم تھا، یقین نہیں تھا، حالانکہ تورات پڑھتے تھے، آج بھی یہود جیسا حال ہے، یقین شکلوں کے ساتھ ہے اس لیے

یقین کا امتیاز پیدا کرنا ہوگا، یہ دیکھو کہ علم نہیں آیا بلکہ علم آیا ہے یقین اس پر محنت کرنی ہے، اس لیے ایمانیات کا شروع سے مذاکرہ ہونا چاہیے، اس سے ملک و مال، دنیا کے نقشوں سے استغنا کے ساتھ علم و عمل کرنا ہے یہ اس وقت آئے گا جب کہ ملک و مال سے استغنا والے ماحول اور اس پر محنت کرنے والے ماحول میں لگ کر محنت کریں گے، تبلیغ میں نکل کر کے اس علم کا یقین ہوتا ہے، علم آ گیا ہے لیکن یقین نہیں ہے، آج تو امت سے یہ تینوں چیزیں نکل گئی ہیں۔ اسلام زندگی برتنے کا نام ہے۔

❀❀❀

(۱۳)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۲ شوال ۱۳۸۳ھ بعد نماز مغرب، بنگلہ والی مسجد میں "دعا محنت کا انعام ہے" کے عنوان سے ہوا

الحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

یہ دعا محنت کا انعام ہے، جیسے کھیتی والی محنت کا انعام غلہ ہے، تجارت والی محنت کا انعام مال ہے، اسی طرح ایمان و عمل والی محنت کا انعام دعا ہے، جب آدمی اپنے عمل کے بدلنے پر ایمان پر محنت کرے تو خدا دعا قبول کرتے ہیں؛ کیوں کہ اسباب کے بغیر اور سب کے ساتھ ہر حال میں اپنی قدرت سے بنانے پر قادر ہیں، کہ جس کی زندگی چاہیں بنادیں اور جس کی چاہیں بگاڑ دیں، اور اللہ اپنی قدرت سے کریں اس کے لئے دعا دی ہے، اور دعا کا حکم دیا ہے، دعا سے محنت لگی ہے، دوزخ سے بچتے ہیں، جہاں ملک و مال کے قصے بگڑتے ہیں وہاں دعا چلتی ہے، آج کل پہلے غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں تو گاڑی الجھتی ہے اور پھر اپنے آپ کو غلط راستے پر ڈالتے ہیں، اصل دعا تڑپ اور اضطراب ہے، دعا اصل میں اس بوجھ کا نام ہے کہ آدمی پر چڑھے کہ کر توت جاتے، بیٹھا نہ جائے۔

خدا کی طرف طبیعت رجوع ہو اس کا نام دعا ہے، خواہ زبان سے کچھ بھی نہ کہہ پائے آئے تو ہمارے اندر کوئی حرج نہیں۔

❀❀❀

(۱۴)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۵ رشوال ۱۳۸۳ھ بعد نماز عشاء بنگلہ والی مسجد حیاۃ الصحابہ ص: ۵۹۲ کے موقع سے ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ جل جلالہ نے انسان میں ایسے اوصاف رکھے ہیں کہ بعض صفات کی وجہ سے انسان ترقی کرتے کرتے اتنے بلند مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ فرشتے بھی اس مرتبہ کو نہیں پاسکتے۔ اللہ نے ایسے صفات رکھے ہیں کہ اگر حضور کے طریقے کے مطابق ہو تو فرشتوں سے بڑھ جاتے ہیں بلکہ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان کی حفاظت کرو، سجدہ کرو، تو فرشتوں کو حاکم نہیں بنایا بلکہ خادم بنایا ہے۔ اللہ نے انسان میں ایسی صفات رکھی ہیں کہ ان صفات و کمالات کو اس کے مطابق خرچ کرے تو درجات نصیب فرماتے ہیں۔

زمین کی صفت پستی ہے، آگ کی صفت بلندی ہے، جو مخلوق آگ سے پیدا ہے اس میں بلندی و تکبر ہے۔ جنات میں سب سے زیادہ تکبر و بلندی کا مادہ ہے، اسی وجہ سے ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو اس نے کہا: أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ [اعراف: ۱۲] اے اللہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے، اور آگ کا درجہ مٹی سے بڑھا ہوا ہے، اس لیے آگ کی خصوصیت بلندی کی ہے۔

اس نحو پر شیطان نے کبھی نہیں لیا، آج انسان تک کہ گئے تو وہ تو بھی ہے ہم جان بن
سے بچی ہوئی مخلوق میں پستی ہے صحابہ کو پستی ہو اتنی پر ڈال فرمایا: من تواضع لله رفعه
اللہ۔ جو پستی اختیار کرے گا خدا اس کو بلندی پر لے جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
پہلے اپنے گھر میں پستی اختیار کرے پھر باہر پستی اختیار کرے جس سے کمانا نیت (عمل بنانا) الل
جائے وہ ولی ہے، ولی وہ ہے جو ہر ایک کی خدمت کرے اور اپنے کو پست سمجھے حضرت مجدد
الف ثانی نے فرمایا کہ میں تو اپنے کو کتے سے زیادہ ناپاک سمجھتا ہوں تو یہ تواضع کی حد ہے، تمام
ولی تواضع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نہیں پا سکتے آپ نے اپنی امت کو بھی سبق دیا، روم حبشہ اور
فارس ہو گا لیکن اپنے کو بڑا نہ سمجھو۔

آج حالت یہ ہے کہ تبلیغ میں تین چار مرتبہ نکل جاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ میں سب کچھ ہو گیا، حالانکہ یہ شیطان کا بھائی بن گیا اور شیطان کا بھی بڑا بھائی بن جاتا ہے اگر اس میں عجب داخل ہو جائے اور عجب کا مرض ہے اور آدمی یہ سمجھے کہ الحمد للہ میں تو بہت پاک ہوں، میں تو بہت پست ہوں، میں بھلا ایسا کہاں ہو سکتا ہوں، ایسے سوچتے سوچتے نفس پر قابو پاتا ہے تو اللہ ہی کی بلندی نصیب فرماتے ہیں، اب کرنا یہ چاہیے کہ یہ سوچے کہ میں تو کچھ کر ہی نہیں سکتا ہوں۔

آج سب سے بڑی بیماری یہ ہے کہ تبلیغ کرنے والا تبلیغ نہ کرنے والے کو حقیر سمجھے کہ میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا؛ حالانکہ ہو سکتا ہے وہ موت سے پہلے تبلیغ کرنے لگے اور توبہ نصیب ہو جائے اور خدا کو پسند آ جائے اور بلند مقام پر پہنچ جائے۔ خدا کی راہ میں تو تواضع زیادہ پیدا ہوتی ہے؛ کیوں کہ خدا کی راہ میں تو تواضع کے اسباب زیادہ ہوتے ہیں، لیکن اپنے مقام پر گھر رہ کر تکبر کے اسباب زیادہ ہوتے ہیں، اس لیے گھر پر رہ کر تواضع پر آنا مشکل ہے، اس راستہ میں تواضع کی مشق ہوتی، تکبر اپنے اندر سے نکلتا ہے، بڑا تو خدا ہی ہے، حضور نے اللہ اکبر سکھلایا کہ میں سب سے بڑا ہوں؛ بلکہ اللہ اکبر کہا، اللہ سب سے بڑا ہے۔

(۱۵)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۷؍ محرم ۱۳۸۳ھ مطابق

۳۰؍ جون ۱۹۶۳ء طلبہ کے مابین بنگلہ والی مسجد میں ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو! ایک تو علم کی حقیقت ہے دوسرے صورت ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے اندر کی چیزوں کا علم براہ راست علم انسان کا علم ہے دوسرے ان چیزوں میں کیا فائدہ ہے اور یہ علم انسان کا عارضی ہے اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے۔

ہم خدا کی قدرت کے اعتبار سے نہیں جانتے (بلکہ) ظاہر کے اعتبار سے جانتے ہیں دنیا والے علم پر لگے رہتے ہیں ان کا علم ناقص ہے (کم ہے)

سائنس والوں نے دیکھا کہ اس درخت کی کیا چیز یہاں سے نکلی لیکن انھوں نے بتایا کہ یہاں سے نکلتی ہے خدا نے کیسے بنایا کہاں سے یہ سب چل رہا ہے خدا کی قدرت کس طرح جاری ہے انسان کو اس کا علم نہیں ہے ان کا علم ناقص ہے ان کا علم جہالت ہے جہالت خالی نہ جاننے کا نام نہیں! غلط جاننا یہ بھی جہالت ہے، کسی چیز کا نہ جاننا جہالت ہے، کسی چیز کو غلط جاننا بھی جہالت ہے اور غیر ضروری کو جاننا جہالت ہے ضروری کو نہ جاننا بھی جہالت ہے، علم تو صحیح جاننے کا نام ہے [illegible] صاحب نام ہے اور اس [illegible] کو نہ جاننا جہالت ہے اور [illegible] سے [illegible] بھی جہالت ہے اعمال کے اعتبار سے نہ جاننا [illegible] ہے اور جہالت [illegible] ہے اور [illegible]

توڑتے، زمین وغیرہ پر محنت کرتے ہیں ان سے ناکام ہونے کے لیے دو باتیں ہیں ایک تو
یہ ہے کہ دنیا والے جب اپنے اوزار کے سہارے جہالت پر محنت کریں تو ناکام ہوں
گے دوسرا راز یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں علم کے راستے سے کامیابی حاصل کرتے آج دنیا
والوں کی زندگی کا ترجمہ یہ ہے کہ صحیح علم والے بھی اگر جاہلوں کی طرح جہالت پر محنت
کریں تو وہ بھی ناکام ہوں گے، حضور ﷺ کے زمانہ کی ترتیب یہ ہے کہ یقین پر محنت کر
کے علم لیتے تھے، اصل علم قرآن اور حدیث کا علم ہے، جس کو خدا نے علم بتایا ہے وہ علم ہے
باقی سب جہالت ہے۔ خدا کے بتائے ہوئے راستے سے کامیابی لینے کا نام علم ہے۔ علم کو تین
اعتبار سے بدلتا ہے: (۱) اللہ کی صفات (۲) اللہ کی قدرت (۳) اور اللہ کی ربوبیت کو جانے
اور صرف جاننے سے کام نہیں چلے گا، اس پر یقین اور عمل ضروری ہے۔

تین باتوں پر محنت کی جاتی ہے (۱) یقین بدلو (۲) علم بدلو (۳) عمل بدلو۔

اللہ کی قدرت کا علم حاصل کرنا ہے اور خدا کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کے
لیے قرآن کا علم حاصل کرنا ہوگا۔ دوسرے اس کا یقین بنانا ہے اور اس کے بعد عمل کرنا ہے
اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرنا ہے اخلاص کے ساتھ تب اللہ تعالیٰ کامیابی اپنی قدرت
سے دیں گے اس لیے قدرت پر یقین کر کے حضور ﷺ کے طریقہ پر چلنا ہے عربی جاننا
کو صرف جاننا یا پڑھنا اسباب ہے، اصل علم قرآن و حدیث ہے مطلب یقین قرآن و حدیث
والے علم کے مطابق کر رہے ہیں۔ بلکہ جب پڑھتے ہیں تو کھانے کا خیال ہوتا ہے کہ روٹی کہاں
سے ملے گی۔ ہمارے یہاں نظام الدین کا حال یہ ہے کہ یہاں مبلغین بن جاتے ہیں
رہتے ہیں بلکہ کاریگری ہوتے ہیں طالب علم سات سال تک الفاظ پڑھتے ہیں اور یاد کرتے
ہیں، پھر جب طلبہ سے یوں کہا جائے کہ تبلیغ میں نکلو تو یوں کہتے ہیں کہ کیسے ہوگا تو نکلنے کے
خدا پر بھروسہ کہاں رہا۔

حضرت ... سے صحابہ کا عمل ... تھا ... اللہ کی ذات و صفات، جنت و دوزخ اور ان کے حصول کا ... اور ... نقصانات جیسا ... ہے تھے ... مشاہدہ ... خلاف ... یقین ... بنی اسرائیل کو غیبیات کے راستے سے ... بیان کی ... امت محمدیہ کو ... کے راستے سے تعلیم دی گئی ہے۔ جو واقعات انبیاء کے بیان کیے جا رہے ہیں، جیسے ہم مسلمان تھے ... یہود ونصاریٰ کی طرح ... رہے ہیں ... اللہ کے واقعات ... نماز ... تو ہم کو بھی ... جاتا ہے ہم ... یقین ... کہ ... دنیا کے اسباب سے نہیں ملے گی بلکہ اللہ کی قدرت کے راستے سے ملے گی، اس کے لیے محنت کرنی ہوگی، اگر ہم اسباق میں وقت لگائیں تو فارغ وقت میں جنت و دوزخ کے ذکر کو دیکھیں، غیبیات کا ذکر دیکھیں، اس کے لیے قرآن کی آیات دیکھیں، اس ... نماز کی مشق کی ... اگر فارغ وقت کی حفاظت کی اور ... میں وقت نہ لگایا بلکہ ... کے وقت ... میں اور خارج میں غیبیات کے ذکر میں لگایا، وقت کی حفاظت کی تو ... یقین ہوگا، ہفتہ میں ۴۸ گھنٹے کے لیے جماعت میں نکلنا تعلیم کے ... یقین پیدا کرنے کے لیے ہے فضائل کی کتاب پڑھیں کہ اعمال پر کیا ملے گا، نماز کی مشق کیجیے۔

حضرت شیخ عبدالرشید صاحب مرحوم نے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں مبلغین کو کھانا ... پیمانہ پر ... کرتے تھے اور خود بھی جان لگاتے تھے، پھر حضرت جی کے زمانہ میں یہاں خود آنا بند کر دیا تو حضرت نے ان کو خط لکھا کہ اگر یہاں آنا چھوڑ دیا ہے ... فرمائیں کہ یہاں کھانا بھی بند کر دیجیے تو کھانا بند کر دیا، پھر فرمایا کہ حضور ﷺ ... طریقہ پر ... میں چلو ... باہر ... والوں سے بے نیاز و بے پرواہ کر چلا جاؤ۔

(۱۲)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۷ ۲ محرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۶۳ء بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین نئی دہلی میں "سب سے بڑی دولت ہدایت ہے" کے عنوان سے ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو اور دوستو! سب سے بڑی دولت ہدایت ہے، اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے سب سے بڑی دعا یہی رکھی ہے (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ) اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔

اور ہر نماز کے بعد دعا رکھی ہے، قرآن مجید میں مومن کے کھانا کھانے کی بھی دعا ہے، اولاد کے ملنے کی بھی دعا، ضرورتوں کے پورا ہونے کی بھی دعا اور جیسے مسائل ہیں ویسی دعائیں قرآن میں موجود ہیں۔ اگر قرآن پر غور کیا جائے تو دعائیں بہت ملیں گی! لیکن ہدایت کی دعا ہیں تو ہادی ہے، اللہ نے جو حسنات گنوائے ہیں ان میں سے ایک احسان (وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ) یعنی اللہ نے پایا آپ کو بے خبر تو پھر بتادیا راستہ (وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ) یعنی اور آگے قریب ہے کہ رب آپ کو ایک چیز دے گا جس سے آپ راضی ہو جائیں گے۔ یہ مقام شفاعت ہے، تو پہلا احسان شفاعت بتایا پھر ہدایت فرمایا، یعنی ہدایت سے مسلسل بڑھا ہوا

کھلتے ہیں اس سے دعا کی توفیق ہوتی ہے۔

یہ واقعہ پڑھنے میں تو عجیب و غریب ہوتا ہے لیکن ہدایت نہیں ملی اسی وجہ سے عمل کا دروازہ نہیں کھلا اسی وجہ سے دعا اثر نہیں کرتی اسی وجہ سے فاقہ زدہ ہوتے ہیں طرح طرح کی انسان چور بازاری کرتا ہے رشوت لیتا ہے۔ پاکستان ہو کر دین سے خالی ہو کر ہندوستان میں ہو کر روزی کماتا ہے یہ چوری کا دروازہ ہے دنیا میں چوری یہ ہے کہ دنیا کے شعبوں پر محنت کر کے خدا سے لینا چاہتا ہے حالانکہ دنیا کا اس قدر وزن ہے کہ ساری دنیا ایک طرف ہو جائے اور تم ہو اللہ والے ہو تو سب کے ساتھ سب حکومت غرق ہو سکتی ہے اسی وجہ سے سب سے زیادہ ان ہدایت کو ہے۔ ہدایت سے عمل کے دروازے کھلتے ہیں۔ جب عمل کے دروازے کھلتے ہیں تو دعا کی توفیق ہوتی ہے جس طرح مال محنت کرنے سے آتا ہے اس کا نام کسبی ہے۔ اس طرح ہدایت محنت سے آتی ہے اس کا نام جدوجہد ہے ہدایت کے اندر نظر آنے کا کر شہر والے سامنے نماز پڑھ کر اعمال کا تو خدا پوری مدد فرمائیں گے ہدایت محنت سے آتی ہے جدوجہد سے ملتی ہے ہدایت دل کی ایک روشنی ہے جس سے ایمان و اعمال میں مزہ نظر آنے لگی۔ (اور یہ عمل میں ناکامی نظر آنے کی) ابوطالب باوجود حضور کی (۴۲ سال) خدمت کی مگر ہدایت نہیں ملی۔ حضور ﷺ ابوطالب کی خدمت کا حال اس سے معلوم ہو گا کہ ایک مرتبہ دو تین گھنٹے کے لیے آپ غائب ہو گئے تو ابوطالب کو تشویش ہوئی تو چند نوجوانوں کو لیا کہ ایک مکان کے چاروں طرف جس میں [illegible] بیٹھے کے سب [illegible] تھے ابوطالب نے گھیرے کرا رہے تھے اتنے میں حضور نظر آ گئے تو ابوطالب نے کہا اگر حضور نظر نہ آتے تو یہ جوان تم سب کو قتل کر ڈالتے، چنانچہ اس کے بعد [illegible] نے حضور کے قتل کا ارادہ کیا ہے۔

ذکر اور دعوت: یہ عمل کی دو قسمیں ہیں: یقین اخلاص کے ساتھ ذکر کرنا دعوت [illegible]

ہے اسی طرح [illegible] کے لیے [illegible] جہاں نماز ہے [illegible]
وہ کل کے مجاہدے ہوں گے تو یہ مجاہدہ نہ ہوگا بلکہ یہ ہوگا کہ جب کسی جگہ [illegible]
سب مختلف ہوں گے۔

وہ یہ بھی ہوں (۱) ایک نیت خدا کو راضی کرنے کی ہو (۲) دوسرے یہ بھی ہو کہ [illegible]
کی وجہ سے اگر تعلیم کے حلقے پر طالب سب قرآن مجید کے [illegible] علامت [illegible] سکتا ہے اور
مجاہدہ کا باطن ہوا مجاہدہ کا ظاہر یہ ہے کہ [illegible] کے اندر مشغول کے ذریعہ تعلیم کے سلسلے کے
ذریعہ یہ [illegible] میں ہو یا تعلیم کے حلقے میں ہو یا دعا یاد کرنے یا قرآن کی تلاوت یا
نماز کے اندر ۲۴ گھنٹے میں ہوں گے؟ کیوں کہ عادت یہ ہے کہ [illegible] میں طبیعت لگی
ہے اس لیے صورت کے اعتبار سے جماعت کے اعتبار سے ہوگا یا پھر شخصی اعتبار سے نماز دعا
وغیرہ میں ہوگا مجاہدہ یہ ہے کہ اب تک جن چیزوں کے عادی تھے ان سب کے خلاف کرنا
ہوگا ایک مرتبہ ایک تاجر گشت میں گیا امیر نے کہا تم تاجر ہو فلاں چیز کو دیکھا تو اس سے
کہا کہ گشت میں گئے تھے اس کو دیکھا [illegible] کے اندر صورت کے اعتبار سے مجاہدہ یہ ہے
کہ کسی طرف نہ دیکھے [illegible] جہاں دیکھنے کا حکم ہے وہاں دیکھے ہر عضو کو پابند
رکھے باطن کا مجاہدہ یہ ہے کہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے چلے اسی طرح [illegible] کے اندر بھی
ظاہر کے اعتبار سے ہر عضو کو پابند رکھے چھ نمبروں کے اندر پابند رہے

اعمال کے اعتبار سے مجاہدہ یہ ہوگا کہ [illegible] عمل کرنے کے لیے نہ ہو بلکہ اللہ کو
راضی کرنے کی نیت ہو (۱) یقین بھی (۲) نیت خالص بھی ہو (۳) ہر عضو [illegible]
اللہ تعالیٰ کا کلام [illegible] ہے — وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا
[عنکبوت: ۶۹] جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ کریں گے ان کو ضرور بالضرور ہدایت
دیں گے [illegible] مجاہدہ کر کے پھر ہدایت کی دعا کرے [illegible] یہ ہے کہ [illegible] اس کو

قیمتی گھوڑے ہیں جو بے قیمت ہے اس کو قیمتی گھوڑے ہیں، اس لیے جو جتنا زیادہ اخلاص کے ساتھ جس قدر محنت کرے گا اور وقت لگائے گا اس کو اسی قدر نور ملے گا، ان عملوں پر محنت کرتے کرتے دنیا میں پھرتے پھرتے جب دعا کریں گے تو اللہ کا نور آئے گا، اللہ کا نور جب آئے گا جب اخلاص ہو، بزرگی کی بھی نیت نہ ہو، کہ میں بزرگ بن جاؤں گا بزرگی سے مراد یہ ہے کہ لوگ میرے سامنے عاجزی کریں اور خدمت کریں، بعض بزرگوں نے کہا کہ میرے مرنے کے بعد میرے جنازہ میں زیادہ آدمی ہوں، اپنی بستی کو بنانے کے لیے محنت کرو اور دنیا میں پھرو، اپنی بستی کو قائم کرنے کے لیے نہ پھرو، حضور ﷺ نے محنت کی خود پھر کر اور دوسروں کو پھرایا، اسی وجہ سے دو کام ہیں (۱) خود نقل و حرکت کریں اور جہاں جائیں وہاں کے لوگوں کو باہر نکالیں جماعت میں تو پھرنے والے اور پھرانے والے دونوں بنیں گے۔

اور انبیاء میں صرف پھرنا تھا، پھرانا نہیں تھا؛ بلکہ اپنی جگہ، اپنے حلقے میں محنت کی، لیکن آپ ﷺ نے خود پھر کر صحابہ کو پھرایا، یہ تو اللہ نے خاص فضل فرمایا کہ پھرانے والی صفت حضور کے واسطے سے امت کو نصیب فرمایا، یہی خصوصیت اس امت کی ہے یہ انبیاء والا کام ہے، اس کے لیے دس دن دو چلہ اور آگے روزانہ بچنے والا کام ہو تو پوری زندگی دینے کو تیار ہیں۔

(۱۷)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا مندرجہ ذیل بیان ۲۹ محرم ۱۳۸۳ھ بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین میں سب سے بڑی محنت ہدایت حاصل کرنے کی ہے کے عنوان سے ہوا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

میرے بھائیو دوستو!

سب سے بڑی دولت جب ہدایت ہے تو اسی طرح اس کی محنت کی بھی سخت ضرورت ہے ہدایت سب سے زیادہ محنت کی محتاج ہے۔ جب انسان محنت اس طرح کر کے دکھائے جس طرح خدا کو پسند ہے تب ہدایت ملے گی جتنی ہدایت ملے گی اس کے بقدر عمل قبول ہوگا۔ اسی قدر کامیابی ملے گی۔ سب سے بدترین ضلالت و گمراہی ہے گویا یہ سلسلہ ہدایت ضلالت سے چلتا ہے اسی وجہ سے خطبہ میں پڑھا جاتا ہے۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ہدایت و ضلالت یہ دونوں خدا کے ہاتھ میں ہے حدیث میں ہے آپ نے فرمایا میں بھیجا گیا ہوں ہدایت کا داعی بنا کر اور اس لئے کہ سب سے شیطان بنا کر بھیجا گیا لیکن گمراہ کرنا اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ (القصص: ۵۶) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے

بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ ابو طالب کے انتقال ہو رہا تھا سارے بنو ہاشم ابو طالب کے ساتھ اور ہدایت حضور کے ساتھ۔ جب ابو طالب کا انتقال ہونے لگا تو حضور تشریف لائے تھوڑی سی جگہ دیکھ کر قریب ہونا چاہا کہ ابو جہل قریب ہو گیا۔ اس موقع پر فرمایا کہ میرے کان میں کلمہ کہہ دیں جس سے سفارش کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر کوئی سارا قرآن و حدیث پڑھ لے اور اللہ سے ہدایت نہ مانگے تو ہدایت نہیں مل سکتی ہدایت علم کا نام نہیں ہے۔ آج کل پڑھے لکھے ہدایت پر نہیں ہیں۔ مسلم ہدایت کی صورت ہے اس میں اللہ تعالیٰ حقیقت ڈالیں گے تو ہدایت ملے گی۔ علم تو کافروں کو بھی ملے ہیں۔ آج کل یہودی عیسائیوں کے یہاں قرآن و حدیث، شرح حدیث، اسماء رجال اور سیرت پر تصنیفیں ہیں۔ لیکن اس علم نے ان کو کلمہ تک نہیں پہنچایا۔ لوگ علم پر تو محنت کرتے ہیں مگر ہدایت پر محنت نہیں کرتے اسی وجہ سے عمل سے کامیابی نظر آتی ہے۔

علامت یہ ہے کہ چیزوں میں کامیابی نظر آئے۔ قرآن و حدیث کے اندر کامیابی نظر نہ آئے ہدایت ملنے کی پہچان یہ ہے کہ جس وقت جو حکم آئے فوراً عمل کا عمر کی کو شروع کرے ایک آدمی نے کہا کہ اگر مجھے مال دے تو اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا۔ یہ صاحب کون ہیں؟ (وہ ثعلبہ بن حاطب انصاری تھے) جب اللہ نے ان کو مال دیا تو مدینہ سے باہر مال کی کثرت کی وجہ سے چلا گیا، حضور کے پیچھے نماز بھی گئی اور زکوٰۃ کا حکم آیا تو اس نے انکار کر دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ آپ نے اس کو منافق بتایا۔ جب آدمی حکم پورا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے تو ضلالت گمراہی آتی ہے۔ جب ضلالت ہوتی ہے تو علم سے کچھ نہ ملے جب ہدایت ہوگی تو عمل سے کامیابی کی بہار آئے گی، ہدایت محنت سے ملے گی۔ محنت کرنا ہے ایمان لانا، ہدایت ہے، ہر چیز اعمال کی طرف لے جانے والا ہے یہ تبلیغ کا کام ہے جس سے اللہ پاک سب کے لیے ہدایت کا دروازہ کھولیں گے۔